عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۵ | ۲۳ تا ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۴۸

مساجد میں درس قرآن کے حلقے

سرکاری اسکولوں میں نصاب کی تبدیلی کی مہم

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ کانفرنس گوادر

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

کمبل، رضائی اور قالین پاک کرنے کا طریقہ

س:...... ایسی چیزیں پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے جن کو دھو کر نچوڑنا ممکن نہ ہو، مثلاً: فوم کے گدے، کمبل، روئی کی رضائی اور قالین وغیرہ ان کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟

ج:...... ایسی چیز جس کو نچوڑنا ممکن نہ ہو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھو کر رکھ دیا جائے، یہاں تک کہ اس میں سے پانی کے قطرے ٹپکنا بند ہو جائیں اور اسی طرح دوسری اور تیسری بار دھولیا جائے تو یہ پاک ہو جائے گا۔

نزلہ کی وجہ سے بہنے والے پانی کا حکم

س:...... نزلہ و زکام کی وجہ سے ناک سے جو پانی بہتا ہے وہ پاک ہے یا نہیں، اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ رومال وغیرہ سے ناک صاف کرکے اگر اس کو جیب میں رکھ لیا جائے اور نماز پڑھ لیں تو کیا حکم ہے، نماز ہو جائے گی؟

ج:...... نزلہ و زکام کی وجہ سے جو پانی ناک سے بہتا ہے یہ ناپاک نہیں ہے، جیسے تھوک ناپاک نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی ناپاک نہیں ہے اور اگر یہ کپڑوں کو لگ جائے تو کپڑے بھی ناپاک نہیں ہوں گے۔ اسی لئے رومال وغیرہ اگر جیب میں ہو تو بلا کراہت نماز صحیح ہوگی۔ ہاں! اگر کسی زخم سے پیپ کا پانی نکلے تو وہ ناپاک ہے اور اگر وہ زیادہ مقدار میں ہو تو کپڑے بھی ناپاک ہو جائیں گے اور ان کو نماز پڑھنے کے لئے پاک صاف کرنا ضروری ہوگا۔

ناپاکی کی حالت میں بھول کر نماز پڑھنا

س:...... ایک مرتبہ مجھے یاد نہیں رہا اور میں نے جماعت کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھ لی اور پھر گھر آنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں ناپاک تھا اور فرضی غسل نہیں کیا تھا، بے دھیانی میں صرف وضو کرکے نماز پڑھ کر آ گیا تو اب اس گناہ کی تلافی کس طرح کروں؟

ج:...... غسل اگر فرض ہو جائے اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو فوراً کر لینا چاہئے بلاوجہ تاخیر کرنا اچھا نہیں ہے اور اس قدر تاخیر کرنا کہ نماز کا وقت بھی ختم ہو جائے گناہ ہے۔ لہٰذا آپ سے جو غسل کے بارے میں سستی ہوئی، اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کیجئے اور نماز بھی دہرا لیجئے کیونکہ ناپاکی کی حالت میں پڑھی گئی نماز ادا ہی نہیں ہوئی۔

فجر کی سنتیں

س:...... اگر فجر کی جماعت کھڑی ہو تو کیا پہلے سنتیں پڑھ لینی چاہئیں یا جماعت میں شامل ہونا چاہئے، اگر جماعت میں شامل ہوں تو سنتیں بعد میں پڑھ سکتے ہیں، یعنی جماعت کے بعد؟

ج:...... اگر جماعت ملنے کا یقین ہو تو پہلے فجر کی سنتیں ادا کر لیں اس کے بعد جماعت میں شامل ہوں، کیونکہ فجر کی سنتوں کی بہت اہمیت اور فضیلت ہے لیکن یہ سنتیں جہاں جماعت ہو رہی ہو وہاں سے کچھ فاصلہ پر الگ ہو کر پڑھیں اور اگر جماعت نہ مل سکتی ہو تو پھر فجر کی سنتیں چھوڑ دیں اور جماعت میں شامل ہو جائیں اور یہ سنتیں سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے پہلے پڑھ لی جائیں۔ فجر کے فرض پڑھنے کے بعد سورج نکلنے تک نفل نماز یا سنتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۵ — ۲۳ تا ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۱۶ء — شمارہ:۴۸

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیراعلیٰ

مولانا عزیزالرحمن جالندھری

نائب مدیراعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سرکاری اسکولوں میں نصاب کی تبدیلی کی مہم!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
جاگتے رہیو!	۷	مفتی منیب الرحمن مدظلہ
یہ کیسا مل ہے؟	۹	انور غازی
مساجد میں درسِ قرآن کے حلقے....	۱۰	مولانا سعد کاندھلوی مدظلہ
معتمد اور غیر معتمد تفاسیر.... (۵)	۱۲	مولانا فضل محمد مدظلہ
میرے پھوپھا جان مرحوم	۱۵	مولانا قاضی احسان احمد
سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس، گوادر	۱۶	مولانا احمد شاہ، تربت
مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کا فلسفہ و فکر	۱۹	مولانا زاہد الراشدی
لیاقت علی خان کا قتل اور شاہ جیؒ	۲۱	محمد طاہر عبدالرزاق
مرزا قادیانی کا تعارف و کردار (۱۷)	۲۵	حافظ عبیداللہ

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیزالرحمن جالندھری ۔ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ۔ طابع: سید شاہد حسین ۔ مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ذکرِ الٰہی

حدیث قدسی ۱:... حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، اے ابن آدم! فجر کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی سی دیر کے لئے میرا ذکر کرلیا کرتو میں دونوں نمازوں کے درمیانی وقت کے لئے تجھ کو کفایت کروں گا۔(ابونعیم، جامع صغیر)

دونوں نمازوں کے درمیان کا وقت یعنی دن بھر اور یہ جو فرمایا کفایت کروں گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تیری تمام ضرورتوں اور حاجتوں کی کفایت کروں گا۔

حدیث قدسی ۲:... ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھ کو خلوت میں اگر یاد کرے گا تو میں بھی تجھ کو خلوت میں یاد کروں گا اور اگر تو کسی جماعت میں میرا ذکر کرے گا تو میں تیرا تذکرہ ایک ایسی جماعت میں کروں گا جو اس جماعت سے بہتر ہوگی، جس میں تو نے مجھے یاد کیا تھا۔(بزاز)

یعنی ملائکہ کی جماعت یا ارواح مقدسہ۔

حدیث قدسی ۳:... حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میرے ذکر سے ہلتے اور حرکت کرتے ہیں تو میں اس کے پاس ہی ہوتا ہوں۔(ابن ماجہ، ابن حبان)

حدیث قدسی ۴:... حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! اگر تو نے میرا ذکر کیا تو میرا شکر ادا کیا اور اگر تو نے مجھ کو بھلا دیا تو تو نے میرا کفر کیا۔(طبرانی)

یعنی ذکر شکر کی علامت ہے اور نسیان کفر کی نشانی ہے۔

حدیث قدسی ۵:... حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو مختلف راستوں میں اہلِ ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور جب کہیں وہ کسی قوم کو ذکرِ الٰہی میں مشغول پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دے کر بلاتے ہیں کہ: آؤ جس چیز کو تم تلاش کررہے ہو وہ یہاں موجود ہے، تمام فرشتے اس مجلس کو اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور آسمان سے دنیا تک اوپر تلے ان کا اجتماع ہوتا ہے۔

مسائل غسل

س:......حیض کسے کہتے ہیں؟

ج:...... ہر عورت کو نو سال کی عمر پوری ہونے پر ہر مہینے پیشاب کی راہ سے معمولی خون آتا ہے جو اگر لگاتار تین دن، تین رات تک جاری رہے تو اسے حیض کہتے ہیں اور یہ اس کی کم سے کم مدت ہے، یعنی اس سے کم ہوا تو حیض نہیں کہلائے گا اور اس کو زیادہ سے زیادہ مدت دس دن، دس رات ہے۔

س:......نفاس کسے کہتے ہیں؟

ج:...... حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے / زچگی کے بعد پیشاب کی راہ سے جو خون آتا ہے، اس کو نفاس کہتے ہیں۔ کم ہونے کے حوالے سے اس کی کوئی حد نہیں ہے، یہ ایک لحہ بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کی مدت چالیس دن ہیں۔

س:......مکمل طور پر ناپاک ہوجانے والے انسان کو پاک ہونے کا طریقہ شریعت نے کیا بتلایا ہے؟ اور ایسے انسان کو اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟

ج:......مکمل طور پر جسمانی اعتبار سے ناپاک ہوجانے والے انسان کو اصطلاح میں ''جنبی'' کہا جاتا ہے اور اس سے پاک ہونے کا طریقہ شریعت نے غسل بتلایا ہے۔

س:......غسل کسے کہتے ہیں؟

ج:......پورے جسم کو پانی سے دھونے کو غسل یا نہانا کہتے ہیں۔

س:......کیا شریعت نے اس غسل میں کچھ چیزیں لازم قرار دی ہیں؟

ج:......جی ہاں! تین چیزیں ضروری قرار دی گئی ہیں، جنہیں اصطلاح میں فرائض کہا جاتا ہے، ان کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

حقیقی ناپاک مرد و عورت نہ مسجد میں جاسکتے ہیں، نہ نماز پڑھ سکتے ہیں، نہ طواف وغیرہ کرسکتے ہیں، نہ قرآن کو چھوسکتے ہیں اور نہ اس کی تلاوت دیکھ کر یا زبانی کرسکتے ہیں، البتہ ناپاک مرد پاک ہونے سے پہلے روزہ رکھ لے گا تو اس کا روزہ صحیح ہوگا، لیکن حیض و نفاس سے ناپاک رہنے والی عورت روزہ بھی نہیں رکھ سکتی۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

سرکاری اسکولوں میں نصاب کی تبدیلی کی مہم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ

امریکہ کے حکم، معاونت اور سرپرستی سے ایک این جی او ز ۲۰۱۱ء سے مسلسل اس بات کی مہم چلا رہی ہے کہ پاکستان کے سرکاری اسکولوں کے نصاب میں تبدیلیاں لائی جائیں۔ ابھی حال میں اس نے ایک رپورٹ بنام ''پاکستان میں عدم برداشت کی تدریس، سرکاری اسکول کی نصابی کتب میں مذہبی تعصب'' میں یہ لکھا ہے کہ پاکستان کے صوبہ ''کے، پی، کے'' اور صوبہ ''پنجاب'' میں ہمارے کہنے پر کئی تبدیلیاں کی گئی ہیں اور مزید کئی تبدیلیاں کی جانی باقی ہیں اور پھر اس نے ایک جدول کے ذریعہ اس کو واضح کیا ہے۔ اس رپورٹ میں اور باتوں کے علاوہ نصاب کی تیاری کے لیے تجاویز کے عنوان کے تحت ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ ''اسلام کا بطور [واحد صحیح] ایمان ہونے کو درسی کتب سے ختم کیا جانا چاہیے۔'' اس رپورٹ کی نشاندہی سب سے پہلے ہماری جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ایک جید عالم اور استاذ حضرت مولانا محمد عبد خشانی حفظہ اللہ نے کی، جن کی حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رہتی ہے۔ انہوں نے اس رپورٹ کا لنک بھی بھیجا، راقم الحروف نے اس پوری رپورٹ کا پرنٹ نکلوا کر اپنے پاس بھی محفوظ کیا اور کئی علماء کرام کو بھی ارسال کیا۔ ۲۴ر نومبر ۲۰۱۶ء کو روزنامہ جنگ کے مقبول و معروف سینئر صحافی جناب انصار عباسی صاحب کا کالم ''خبردار و ہوشیار'' کے عنوان سے واٹس ایپ کے ذریعہ پڑھنے کو ملا، جس میں بڑے کرب والم اور دردِ دل سے اس رپورٹ کا تذکرہ اور اس پر تبصرہ کیا گیا۔ افادۂ قارئین کے لیے اُسے یہاں نقل کیا جاتا ہے، محترم جناب انصار عباسی صاحب لکھتے ہیں:

''۱۱/۹ کے بعد پاکستان کے تعلیمی نصاب میں بہت تبدیلیاں کی گئیں، یہاں تک کہ جہاد کے بارے میں قرآنی آیات کو نصاب سے نکالا گیا۔ یہ سب کچھ امریکا اور یورپ کے دباؤ پر کیا گیا۔ اس پر شور بھی اُٹھا، لیکن تشویش کی بات یہ ہے کہ اسلام مخالف قوتوں کی ایما پر تعلیمی نصاب میں تبدیلی کا سلسلہ ابھی تک رُکا نہیں بلکہ خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے۔ خاموشی سے نجانے کیا کچھ تبدیل کیا جا چکا اور نہیں معلوم کہ یہ سلسلہ کہاں رُکے گا۔ اس سلسلے میں کبھی کبھار کہیں کوئی خبر شائع ہو جائے تو پتا چلتا ہے کہ کچھ غلط ہو رہا ہے، لیکن یہ وہ معاملہ ہے جو اب ریڈ لائنز کو کراس کر رہا ہے۔ چند روز قبل میں نے ایک خبر دی نیوز جنگ میں دی جو ایک امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی پاکستان سے متعلق سال ۲۰۱۶ء میں شائع کی گئی رپورٹ پر مبنی تھی۔ اس رپورٹ کی تیاری میں ایک پاکستانی این جی او پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے کام کیا۔ رپورٹ کا موضوع ''پاکستان میں عدم برداشت کی تدریس، پبلک اسکول کی نصابی کتب میں مذہبی تعصب'' ہے، جس میں تعلیمی نصاب میں تبدیلی کے لیے ایسی ایسی سفارشات دی گئی جن کا صاف صاف مقصد پاکستان کی آئندہ نسلوں کو اسلام سے دور کرنا ہے۔ مسئلہ سنگین اس لیے ہے کہ اسی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں متعلقہ امریکی کمیشن (The US Commission on International Religious Freedom) اور لوکل این جی او (Peas and Education Foundation) کی ۲۰۱۱ء کی ایک رپورٹ کے نتیجے میں خصوصاً پنجاب اور خیبر پختون خوا میں تعلیمی نصاب میں کئی تبدیلیاں پہلے ہی کی جا چکی ہیں۔ ۲۰۱۶ء کی رپورٹ تفصیلی ہے اور اگر اس پر بھی عمل درآمد ہوا تو پھر کیا ہوگا اس کا اندازہ آپ رپورٹ پڑھ کر ہی لگا سکتے ہیں۔''

قارئین کرام! حکام بالا، پارلیمنٹ، عدلیہ، سیاسی جماعتوں کی توجہ کے لیے اس رپورٹ کے کچھ حصے پیش کر رہا ہوں، تا کہ اندازہ ہو سکے کہ پاکستان میں تعلیمی

نصاب کی بہتری کے نام پر کس قسم کی سازش ہو رہی ہے۔ رپورٹ میں لکھا ہے:

''سرکاری اسکول کی نصابی کتابیں جو ۴۱ر لاکھ سے زائد بچوں تک پہنچتی ہیں، وہ اسلام مرکوز نقطہ نظر کو بطور واحد جائز اور منطقی سوچ ظاہر کرتے ہوئے مذہبی اقلیتوں کی منفی اور دقیانوسی انداز میں تصویر کشی کرتی ہیں۔''

رپورٹ میں اس بات پر سخت اعتراض اُٹھایا گیا ہے کہ پاکستان کے تعلیمی نصاب میں اسلامی عقیدہ پر زور کیوں دیا جاتا ہے۔ رپورٹ میں لکھا گیا:

''پاکستان کے مذہبی تنوع کے باوجود پورے نصاب میں اسلام کو پاکستان کی کلیدی خصوصیت اور پاکستان کی شناخت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مذہبی اقلیتوں کے مذہبی عقائد کے ساتھ تنازع میں آتا ہے۔''

امریکی کمیشن کی اس رپورٹ میں یہ بھی اعتراض اٹھایا گیا کہ:

''معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان اور تاریخ کے نصاب میں طلبہ کو تاریخ کی وہ قسم پڑھائی جاتی ہے جو پاکستان کے ایک قومی اور اسلامی تشخص کو فروغ دیتی ہے اور اکثر مذہبی لحاظ سے بھارت کے ساتھ تنازعات کو بیان کرتی ہے۔''

امریکی کمیشن کی یہ رپورٹ یہ بھی سمجھتی ہے کہ پاکستان کا تعلیمی نصاب جنگ اور تشدد کی ستائش کرتا ہے، اس بارے میں رپورٹ کہتی ہے:

''گریڈ کی تمام سطحوں کی نصابی کتب میں بار بار اُبھرتا رجحان جنگ اور جنگ کے ہیرو کی ستائش پر بہت زور دیتا ہے۔ خاص طور پر محمد بن قاسم اور سلطان محمود غزنوی کے ۱۷ مشہور حملوں سے سندھ کی فتح کو بہت فخر کے ساتھ ہر نصابی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ برصغیر میں تہذیب کے آغاز کے طور پر ان دو واقعات کو اجاگر کرنا جب کہ فن، فن تعمیر اور ثقافت کے ارتقاء کا درسی کتب میں نظر انداز کیا جانا ایک اہم مسئلہ ہے۔''

اپنی سفارشات (جو لوکل این جی او نے تیار کیں) میں امریکی کمیشن لکھتا ہے کہ:

''اسلام کو بطور [واحد صحیح] ایمان ہونے کو درسی کتب سے ختم کیا جانا چاہیے۔'' کچھ دوسری سفارشات کے مطابق:

''درسی کتب میں اقلیتی گروپوں کے نامور افراد کی متناسب مثالیں شامل کی جانی چاہئیں اور تمام گروپوں سے سائنس، ادب، طب اور کھیلوں کے شعبوں میں سے قومی ہیروز شامل کیے جانے چاہئیں۔''

''طالب علموں کو ایسا کوئی بھی مواد بالکل بھی نہیں سکھایا جانا چاہیے جو کسی ایک مذہب کو دوسرے مذہب کی قیمت پر ثابت کرے اور جیسا کہ پاکستان کے آئین میں ضمانت شدہ ہے تو کسی بھی غیر مسلم طلبہ کو اسلامی نصاب پڑھنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔''

''منفی تلقین ختم ہونی چاہیے اور بہتر بصیرانہ تعلیم کے لیے غیر جانبدارانہ مواد اپنایا جائے۔''

رپورٹ کے مطابق کمیشن کی ۲۰۱۱ء کی رپورٹ میں اُٹھائے گئے کافی اعتراضات پاکستان تعلیمی نصاب سے ہٹا دیے گئے ہیں، جبکہ کئی کو ہٹانا ابھی باقی ہے۔ رپورٹ کے مطابق لائی گئی بہتری لائق تحسین ہے، لیکن نصابی کتب میں عدم برداشت اور متعصب مواد کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

دی نیوز اور جنگ میں رپورٹ کے کچھ حصے چند روز قبل شائع ہونے کے بعد آج امریکی کمیشن کی ویب سائٹ پر رپورٹ غائب ہے اور اسے کھولا نہیں جا سکتا۔ وجہ کیا ہے؟ معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے اس رپورٹ کا اخبار میں شائع ہونا امریکہ کے کسی دیسی خدمت گار کے لیے پریشانی کا باعث ہو اور اسی وجہ سے اس کو فی الحال بلاک کر دیا گیا ہو۔ لیکن میں نے احتیاطاً رپورٹ کی کاپی اپنے کمپیوٹر پر Save کر لی تھی۔ رپورٹ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں پوسٹ کی گئی۔ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کی، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حکومت، پارلیمنٹ، عدلیہ، میڈیا، سیاسی جماعتیں وغیرہ اس مسئلہ کی سنگینی کو محسوس کرتے ہیں کہ نہیں؟''

شنید ہے کہ اس این جی اوز کی ان نئی سفارشات کی روشنی میں نیا نصاب بھی چھاپ دیا گیا ہے۔ اور ان کی خواہش کے مطابق ہیروز میں کئی غیر مسلموں کے نام شامل کیے گئے ہیں۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو۔ لیکن اگر ایسا ہو گیا ہے تو ہم مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑا المیہ اور ہماری ملی غیرت اور حمیت اسلامی کے لیے کھلا چیلنج ہے۔ اگر اب بھی ہم بیدار نہ ہوئے اور دین اسلام، اسلامی اقدار اور اپنے اسلامی ورثہ اور اسلامی ہیروز کی تاریخ کی حفاظت نہ کر سکے تو پھر اس خطہ میں ہماری داستان نہ ہو گی داستانوں میں، ولا فعل اللّٰہ ذٰلک۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

جاگتے رہیو!

مفتی منیب الرحمٰن ،چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

صوبہ سندھ کی اسمبلی نے قبولِ اسلام کے بارے میں ایک ایکٹ پاس کیا ہے، جسے ''امتناعِ قبولِ اسلام ایکٹ'' کہنا بہتر ہوگا۔ اس ایکٹ کی رُو سے قرار دیا گیا ہے: ''۱۸سال سے کم عمر میں کوئی غیر مسلم اسلام قبول نہیں کرسکتا۔'' مزید یہ کہ: ''جو غیر مسلم ۱۸سال کی عمر میں اپنی آزادانہ مرضی سے اسلام قبول کرے گا تو وہ ۲۱دن تک اس کا اعلان نہیں کرسکتا۔'' ہماری نظر میں یہ بل دستورِ پاکستان کے آرٹیکل ۲، ۲اے، ۸، ۲۰، ۳۱ اور ۲۲۷ کے منافی ہے۔ آرٹیکل ۳۱ ریاست کو پابند کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کے بارے میں سازگار ماحول پیدا کرے۔ آرٹیکل ۲اے، اور ۲۲۷ ریاست کو قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی کا پابند کرتا ہے۔ شریعت کی رُو سے جب کوئی ذی شعور شخص اپنی آزادانہ مرضی سے صدقِ دل کے ساتھ کلمہ پڑھ لے، تو وہ مسلمان ہوجاتا ہے، اس کے لئے ریاست کی منظوری کہیں بھی شرط نہیں ہے۔ حق وباطل، خیر وشر اور نیک و بد میں تمیز کی صلاحیت رکھنے والے کسی بھی باشعور شخص کے اسلام قبول کرنے پر شرعاً اور قانوناً کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔

ہماری رائے میں جن اسمبلی ممبران نے ''امتناعِ قبولِ اسلام'' کا یہ قانون منظور کیا ہے، انہوں نے اپنی عاقبت کی بربادی کا سامان کیا ہے، ان پر لازم ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور اپنی غلطی کا ازالہ کریں۔ سابق چیف جسٹس آف پاکستان اور گورنر سندھ جسٹس (ر) سعید الزماں صدیقی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قانون کی توثیق نہ کریں اور اسے نظرِ ثانی اور قرآن وسنت کے مطابق ڈھالنے کے لئے واپس اسمبلی کو بھیجیں کیونکہ یہ ایکٹ آزادیٔ مذہب اور حقوقِ انسانی کے بھی منافی ہے، اپنے مذہب کے اظہار کے لئے کسی پر قانونی پابندی عائد کرنا پاکستان کے آئین کے خلاف ہے۔ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ جہاں تک جبراً مسلمان بنانے پر تعزیری سزا مقرر کرنے کا تعلق ہے، اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن رہا یہ سوال کہ آیا کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہے، یہ طے کرنا عدالت کا کام ہے، یہ کسی انتظامی افسر کا دائرۂ اختیار نہیں ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب بلاول بھٹو زرداری اس خواہش کا اظہار کرچکے ہیں کہ کسی غیر مسلم کو بھی پاکستان کا صدر یا وزیرِ اعظم بنایا جائے، ہمیں ان کی اس خواہش پر حیرت ہے، وہ اپنے آپ کو جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کا سیاسی وارث سمجھتے ہیں اور انہیں اس حقیقت کا علم ہی نہیں کہ جناب بھٹو مرحوم کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں پارلیمنٹ نے مکمل اتفاقِ رائے سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی منظوری دی تھی۔ اسی دستور کے جدول سوم میں صدر اور وزیرِ اعظم کا جو حلف نامہ درج ہے، اس میں اسلام کے بنیادی عقائد اور ختمِ نبوت کا اقرار بھی شامل ہے۔ جناب بلاول بھٹو کی سیاسی تربیت پر مامور پیپلز پارٹی کے سینئر رہنماؤں سے میری گزارش ہے کہ وہ بلاول صاحب کو فرصت کے لمحات میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا مطالعہ کرائیں، وہ سیاسی رہنما جو پاکستان میں حصولِ اقتدار کی تگ ودو میں شامل ہیں اور منصبِ صدارت یا وزارتِ عظمیٰ تک رسائی ان کا خواب ہے انہیں دستورِ پاکستان کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے، کیونکہ کسی بھی ملک میں وہی سیاسی جماعت قانونی قرار پاتی ہے جو اس ملک کے دستور کو تسلیم کرے، اسے سربلند رکھنے کا عزم کرے اور اسے لفظاً ومعنیً دستور کے مندرجات کا فہم بھی ہو۔ صوبہ سندھ میں ہندو مذہب کے ماننے والوں کے لئے حکومت نے سرکاری چھٹی کا اعلان کیا، اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب بلاول بھٹو زرداری نے ہندوؤں کی مذہبی تقریب میں شرکت کی اور ان کی رسوم کو ادا کیا، ان کا یہ طرزِ عمل ہمارے لئے حیرت کا باعث ہے۔ دوسرا اہم واقعہ ایک قومی اخبار میں ۲۴؍نومبر کو حیرت انگیز انکشافات پر مشتمل جناب انصار عباسی کا کالم ہے، وہ لکھتے ہیں:

''یو ایس کمیشن برائے بین الاقوامی آزادیٔ مذہب اور پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن پاکستان کے اشتراک سے ایک تحقیقی رپورٹ مرتب ہوئی ہے جس کے مندرجات انتہائی حد تک خطرناک ہیں، اس کے مندرجات سے عیاں ہے کہ اس کے مرتبین کے ذہنوں میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ریاستی مذہب اسلام کی حقانیت کے بارے میں انتہائی تعصب بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک (مقبول) دین صرف اسلام ہے۔'' (آلِ عمران:۱۹) فرمایا: اور ''جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز

قبول نہیں کیا جائے گا۔‘‘ (آلِ عمران:۸۵)
اسلام تو دینِ حق ہے اور دستور کی رُو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ریاستی مذہب ہے اور آئین کی رُو سے اس کا تحفظ اور فروغ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس رپورٹ کی رُو سے مسلمانانِ پاکستان کا اپنے دین اسلام کو، واحد مبنی برحق، دین سمجھنا ایک منفی قدر ہے اور اہلِ پاکستان کو اس پر شرمسار ہونا چاہئے۔‘‘

اس این جی او کی مرتبہ رپورٹ کی رُو سے اسلام کو پاکستان کی کلیدی خصوصیت اور شناخت کے طور پر پیش کیا جانا، مذہبی اقلیتوں کے ساتھ تنازع کا سبب ہے، لکھا: ’’پاکستان کے مذہبی تنوع کے باوجود، پورے نصاب میں اسلام کو پاکستان کی کلیدی خصوصیت اور پاکستان کی شناخت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، یہ مذہبی اقلیتوں کے مذہبی عقائد کے ساتھ تنازع میں آتا ہے۔‘‘ غور کا مقام ہے کہ اسلام کو پاکستان کی شناخت قرار دینا دوسرے مذاہب کے ساتھ تنازع کا سبب ہے، یہ سوچ بیمار ذہنیت کی علامت ہے اور اس سے عیاں ہے کہ اس رپورٹ کے پسِ پردہ مقصد ’’وحدت ادیان‘‘ کے نظریے کو فروغ دینا ہے۔ ریاست پاکستان کا اپنے مذہب سے لاتعلق ہونا کس طرح ممکن ہے؟

رپورٹ کے مرتبین کی خواہش ہے کہ پاکستان کی تاریخ بدل دی جائے تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے اغراض و مقاصد کو پس پشت ڈال دیا جائے، پاکستان اپنے ماضی سے نظریاتی رشتہ توڑ دے اور اس کے لئے معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان اور تاریخ کے نصاب کو بدل دیا جائے، کیونکہ ان کی نظر میں یہ نصاب تنازعات کو بیان کرتا ہے، رپورٹ میں لکھا ہے: ’’معاشرتی علوم، مطالعہ پاکستان اور تاریخ کے نصاب میں طلبا کو تاریخ کی وہ قسم پڑھائی جاتی ہے جو پاکستان کے قومی اور اسلامی تشخص کو فروغ دیتی ہے اور اکثر مذہبی لحاظ سے بھارت کے ساتھ تنازعات کو بیان کرتی ہے۔‘‘ رپورٹ کے مرتبین اس لئے بھی نالاں ہیں کہ مسلمانانِ پاکستان محمد بن قاسم اور سلطان محمود غزنوی کو اپنا ہیرو سمجھتے ہیں اور ان کا ذکر فخر کے ساتھ کرتے ہیں، ان کی نظر میں یہ شعار ناقابل قبول ہے۔

مرتبین کا مطالبہ ہے کہ اسلام کو بطور ’’واحد صحیح‘‘ ایمان ہونے کو درسی کتب سے ختم کیا جائے، ان کی خواہش ہے: ’’منفی تلقین ختم ہونی چاہئے اور بصیرت افروز تعلیم کے لئے غیر جانبدارانہ مواد اپنایا جائے۔‘‘ انہوں نے امریکی حکومت کو مشورہ دیا ہے: ’’نصابی کتب میں عدم برداشت اور متعصب مواد کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے۔‘‘ رپورٹ میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ پنجاب اور خیبر پختونخوا کی صوبائی حکومتوں نے اس رپورٹ کے مرتبین کی دانش سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے نصاب کو بہتر بنایا ہے۔

پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے ذمہ داران نے ہمارے نام ایک ای میل پیغام میں لکھا ہے: ’’ہم اس رپورٹ کے مندرجات سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔‘‘ ہم ان کے اعلان برأت کی تحسین کرتے ہیں، لیکن اس سے ہماری تشویش کا مکمل ازالہ نہیں ہوتا، کیونکہ الزام یہ ہے کہ وہ اس رپورٹ کی تیاری کے تمام مراحل میں شریک عمل رہے ہیں اور اس رپورٹ کے مرتبین کی دانش کو یکجا کرنے میں اُن کا پورا پورا حصہ ہے، اس لئے میں نے عنوان قائم کیا ہے: ’’جاگتے رہیو!‘‘ اور علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

وطن کی فکر کر ناداں، مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۶؍ نومبر ۲۰۱۶ء)

تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کرنے کا فیصلہ قبول نہ کرنے کا اعلان

لاہور (پ ر) چناب نگر کے تعلیمی ادارے قادیانیوں کو واپس کرنے کا فیصلہ قبول نہیں، اگر اس طرح کی کسی قسم کی کوئی کوشش کی گئی تو تمام مسلمان حکومت کے اس فیصلے کے خلاف تحریک چلائیں گے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشرواشاعت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، پیر میاں رضوان نفیس، قاری نذیر احمد، مولانا عبدالشکور حقانی، قاری علیم الدین شاکر، مولانا عبدالنعیم، مولانا محبوب الحسن طاہر اور مولانا خالد عابد نے اپنے ردعمل میں کیا۔ علماء کرام نے کہا کہ چناب نگر کے نیشنلائز کیے گئے تعلیمی ادارے قادیانی جماعت کو واپس کرنے کے فیصلے کو مسترد کرتے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس قادیانی نواز فیصلے کے خلاف سخت مزاحمت کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۲ء سے اب تک ان تعلیمی اداروں پر حکومت نے اربوں روپے خرچ کیے ہیں اور ان تعلیمی اداروں میں اکثر طلبا اور طالبات اور اساتذہ مسلمان ہیں۔ ایسے ادارے جن پر حکومت نے اتنی خطیر رقم خرچ کی ہو یہ قادیانیوں کے سپرد کرنا قادیانیت کو پروان چڑھانے کے مترادف ہے۔ موجودہ حکومت نے قادیانیوں کو نوازنے میں سابقہ تمام حکومتوں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ علماء کرام نے مطالبہ کیا کہ حکومت قادیانیوں کو نوازنے کا سلسلہ بند کرے۔ حکومت کی قادیانیت نواز پالیسی اس کو لے ڈوبے گی۔ حکومت کا یہ اقدام پاکستان کے خزانے کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ (ہفت روزہ اخبار المدارس، یکم تا ۷؍ دسمبر ۲۰۱۶ء)

یہ کیسا بل ہے؟

انور غازی

’’تبلیغ دین کی راہ میں رکاوٹیں ڈال کر اسلام کو پھیلنے سے نہیں روکا جاسکتا۔ حکمران اور ارکان اسمبلی مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔ سندھ اسمبلی کا پاس کردہ بل خلاف شریعت ہے۔ یہ بل منسوخ کیا جائے۔‘‘ یہ الفاظ علماء ومشائخ کے ہیں جو انہوں نے متفقہ طور پر جاری کیے۔ قارئین! پس منظر کے طور پر یاد رکھیں کہ گزشتہ روز سندھ اسمبلی نے ایک ایسا قانون منظور کیا جو اسلامی تعلیمات اور احکامات کے منافی ہے۔ سندھ اسمبلی میں منظور کیے گئے بل کے مطابق ۱۸ سال سے کم عمر افراد کا قبول اسلام معتبر نہیں ہے، جبکہ ۱۸ سال سے زائد عمر کا شخص ۲۱ روز تک قبول اسلام کا اعلان نہیں کرسکتا۔ جبری اسلام قبول کرانے والے یعنی کلمہ پڑھانے والے اور نکاح خواں کے لئے کم از کم ۵ سال یا عمر قید کی سزا مقرر کی گئی ہے، کلمہ اور نکاح پڑھانے والے شخص کی مذکورہ مقدمہ میں ضمانت بھی نہیں ہوسکے گی۔ اس بل کی اکثر شقیں ایسی ہیں جو شریعت سے متصادم ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے خلاف قانون سازی کرے۔ اس طرح کا قانون امریکہ، یورپ حتیٰ کہ انڈیا میں بھی نہیں ہے جو سندھ حکومت نے منظور کرلیا ہے۔ تمام مسالک کے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے نزدیک منظور کروایا گیا یہ بل اور قانون شرعاً بالکل خلاف اسلام، خلاف قرآن، خلاف شریعت اور خلاف دین فطرت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا، ہمارے بزرگوں نے اسلام کے لئے اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کی تھیں۔ بھارت سے زندہ مسافروں سے بھری ٹرینیں چلی تھیں، مگر لاہور پہنچتے پہنچتے یہ ٹرینیں مسلمانوں کی لاشوں میں تبدیل ہوگئی تھیں۔ کیا یہ قربانیاں نہیں دی گئی تھیں؟ آج بھی اسلام، قرآن اور کلمے کے نام پر بننے والی مملکتِ خداداد کی ایک صوبائی اسمبلی کلمے ہی کے خلاف بل منظور کرے؟ یہ بل منظور کرے کہ کوئی نوجوان لڑکا اور نوجوان لڑکی اسلام قبول نہیں کرسکتے۔ اس کے لئے عمر قید ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح کا قانون بنایا جاتا ہے؟ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا تھا؟ قائد نے کہا تھا کہ یہ پاکستان خلفائے راشدین کی تعلیمات کی تجربہ گاہ بننے جارہی ہے۔ یہ اسلامی اقدار کی تجربہ گاہ ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس ملک کی ایک صوبائی اسمبلی اس طرح کا قانون منظور کرے؟ یہ قانون برطانیہ، امریکا، جرمنی، یورپ. کسی بھی ملک میں نہیں ہے۔

آج ہمارے ملک میں یہ قانون بنایا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے وجہ ’’جبری مذہبی تبدیلی‘‘ بتائی گئی ہے۔ مذہب کی جبری تبدیلی کا کون ساتھ دیتا ہے بھائی؟ کون ہے جو جبراً مذہب کو تبدیل کرے گا؟ اگر کسی علاقے میں یہ واقعہ پیش آ بھی جاتا ہے کہ کسی کو جبراً اسلام قبول کروایا گیا ہے تو پہلے جامع تحقیق کروائی جائے کہ ریکارڈ میں ایسے کتنے واقعات ہیں؟ عام طور پر ہمارے یہاں پر مغربی ممالک کے پیسوں پر چلنے والی این جی اوز، مختلف قسم کی تنظیمیں اس طرح کے واقعات پیش کرتی ہیں، جب ان کی تحقیق کروائی جاتی ہے تو نوجوان عدالت میں آکر ببانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے کہ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا، میں نے اسلام کی اسٹڈی کی ہے، اس کے بعد اب اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، اللہ کے احکام پر عمل کرنا چاہتا ہوں، میں سچائی کی گواہی دینا چاہتا ہوں۔‘‘ کیا آپ اس سچائی کی گواہی کا راستہ روکنا چاہتے ہیں؟ یاد رکھیں کوئی عالم دین، مذہبی اسکالر، دینی ادارہ، اور مفتی ایسا نہیں ہے جو یہ کہے کہ کسی ہندو، عیسائی، یہودی اور مجوسی کو جبراً مسلمان بنالو! قرآن کی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۶ ہے: یعنی اسلام میں داخل ہونے کے لئے کوئی جبر نہیں ہے۔‘‘ اسلام اور قرآن کا سیدھا، صاف اور واضح حکم موجود ہے، لیکن اگر ہم کسی ہندو، سکھ اور مجوسی پر یہ قدغن لگاتے ہیں اور اس نوجوان بھائی یا بہن کو یہ پابند کردیتے ہیں کہ سولہ، سترہ اور اٹھارہ سال میں بالغ ہوجانے کے بعد قرآن کا مطالعہ نہ کریں، یہ کیسی بات ہے؟ یہ کس طرح کا قانون بنایا جاتا ہے؟ اسلام سچائی کا دین ہے۔ اسلام کا حکم ہے کہ سچائی اختیار کرو۔ کیا آپ اسلام کے اوپر قدغن لگا کر اور اسلام قبول کرنے پر پابندی لگا کر دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ سچ نہ بولو۔ محب وطن اور محب دین طبقہ سمجھتا ہے کہ ایسے قوانین کا مقصد صرف اسلام کی ترویج و اشاعت روکنے کی کوشش کرنا ہے کیونکہ اس وقت اسلام واحد مذہب ہے جو تیزی سے دنیا بھر میں پھیل رہا ہے۔ بڑی تعداد میں اسلام کی حقانیت سے غیر مسلم متاثر ہوکر اسلام قبول کررہے ہیں، جس سے غیر مسلم طاقتوں کو کافی تکلیف لاحق ہے۔ ان خوفزدہ طاقتوں، این جی اوز اور سندھ اسمبلی میں بیٹھے ہوئے غیر مسلم خصوصاً ہندو ارکان نے نومسلموں کے ساتھ تعاون اور ان کو سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے اداروں اور علماء ومشائخ کو ڈرانے کے لئے مذکورہ قانون پاس کیا ہے۔ اگر ہم دوسرے اسلامی ممالک کو دیکھیں تو وہاں پر اسلام کی تبلیغ اور اسلام قبول کرنے والوں کی رہنمائی اور تحفظ کے لئے باقاعدہ ادارے قائم ہیں۔ اگر سندھ گورنمنٹ یہ کام نہیں کرسکتی تو کم از کم اسلامی تعلیمات اور آئین پاکستان کا خیال تو رکھے اور اسلام قبول کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی نہ کرے۔ ویسے مخضرمی عرب شاعر لبید نے یہ حقیقت چودہ سو سال پہلے ہی کہہ دی تھی: ’’سچائی کی راہ میں رکاوٹیں نہیں کھڑی کرنی چاہئیں کیونکہ اس کے سامنے یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔‘‘ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ نومبر ۲۰۱۶ء)

مساجد میں درسِ قرآن کے حلقے

اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم نے بھوپال اجتماع میں یہ بیان فرمایا ہے، جس کو کسی دوست نے ریکارڈ کر کے وائس ایپ کر کے بھیجا، مولانا محمد قاسم نے اسے ضبط و ترتیب دیا ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے نذر قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

دوستو، عزیزو! مسائل کا علم علماء سے حاصل کرو۔ علماء کی زیارت کو عبادت یقین کریں اوران کی مجالس کو اپنی سب سے پہلی ضرورت سمجھیں۔ ہمارے گشتوں اور ملاقاتوں کا بنیادی مقصد ہے کہ امت کو علم اور علماء کی طرف متوجہ کرنا۔ اپنی اولادوں کو دینی مدارس میں اس مقصد کو سامنے رکھ کر داخل کیا کرو کہ علم ہی صرف یہ ہے۔ ورنہ دنیا کے فنون کو علم سمجھ کر انہیں فنون پر ڈال دینا، یہ اپنی اولاد کو اللہ کے علم سے جاہل رکھنا ہے۔ اس علم کے حاصل کرنے پر ہمیشہ کی کامیابی کا مدار ہے۔ اس لئے تاکید سے عرض کر رہا ہوں کہ اپنی اولادوں کو دینی مدارس میں داخل کیا کرو، دنیا کے فنون کو علم کا درجہ دینا بڑی جہالت ہے۔ علم وہ ہے جو اللہ چاہتے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چاہتے ہیں اور یہ علم علماء کی صحبت سے، ان کی مجالس سے ملے گا۔ اس لئے کہ صرف کتاب پڑھ کر عمل کر لینا یہ صحابہ کرامؓ کا طریقہ نہیں تھا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ علم لیا کرتے تھے۔ اس لئے علم حاصل کرو علماء کی مجالس سے! اور تربیت حاصل کرو اہل اللہ کی صحبت سے! اہل اللہ کی صحبت اور علم کی مجالس، علماء کی مجلسیں، یہ ہیں دو چیزیں اصل، جس سے علم آئے گا تربیت کے ساتھ، ورنہ محض معلومات حاصل کر لینا عمل کے لئے کافی نہیں ہے۔ علماء کی مجالس سے علم حاصل کرو اور علماء کی زیارت کو عبادت یقین کرو۔

سب سے بڑا فتنہ اور سب سے بڑی محرومی کی بات یہ ہے کہ علم کے حلقوں کو یا علم کی مجالس کو ہلکا سمجھا جائے یا ان کی افادیت کو کم سمجھا جائے، یہ سب سے بڑا فتنہ اور بڑی محرومی کا سبب ہے۔

میرے دوستو، بزرگو، عزیزو! علماء کی مجالس، مساجد میں قرآن کریم کی تفاسیر کے حلقے، یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت ہے، جس کی ہر فرد امت کو ضرورت ہے۔ میں بہت تاکید سے عرض کرتا ہوں کہ ساتھیوں کو چاہئے ان مجالس میں اور ان حلقوں میں اہتمام سے جڑا کریں۔

ہاں! یہ ضرور دیکھیں کہ علماء حق ہیں، اور یاد رکھنا کہ ہم کوئی جماعت نہیں ہیں، ہمارا کوئی مذہب یا کوئی الگ طریقہ نہیں ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت ہیں اور ہم سب کی رہبری اور ہم سب کے لئے جو چلنے کا راستہ ہے اور جو ہمارا منشور اور طریقہ ہے، اور علمی استفادہ میں، اور دنیاوی و دینی امور میں صحیح راستہ حاصل کرنے کا جو ہمارا مرکز ہے وہ، وہ دینی مدارس ہیں، جن کو اللہ رب العزت نے اس ملک میں اور خاص طور پر اس یوپی کے علاقہ میں اللہ نے جن مدارس کو مرکزی حیثیت عطا فرمائی ہے۔ اپنے مسائل میں ان سے رجوع کرنا۔ بجائے اس کے کہ ادھر ادھر بھٹکتے پھریں، نہیں! بلکہ دیوبند اور اہل دیوبند، ان کا مسلک ہی ہمارا مسلک ہے۔ ذرہ برابر دین اور دنیا کے کسی شعبہ میں اپنی رائے قائم کرنا، اس کا کوئی تصور نہ کیا گیا ہے، نہ آئندہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ ایک محنت ضرور ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ محنت براہ راست محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ ہے۔ اس میں خدا کی قسم! کوئی شک نہیں۔ لیکن جہاں تک مسائل کا تعلق ہے، اس میں تبلیغی کام کرنے والے کو کوئی مسلک یا اپنی کوئی رائے، اس میں قائم کرنا، یہ انتہائی گمراہی ہے اور میں کہتا ہوں، بڑے فتنہ کا سبب ہے۔ یہ بات اپنے دلوں میں ہمیشہ کے لئے جما لینا اور کبھی بھی اس کو دل میں جگہ مت دینا کہ ہم زندگی کے کسی بھی شعبہ میں ان مدارس اور ان مرکزی مقامات سے کوئی الگ رائے رکھتے ہیں، یا کوئی الگ طریقہ رکھتے ہیں یا اس سے ہٹ کر کوئی اور ہمارا مرجع یا کوئی مسلک ہے، اس کی ہمارے ہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

میں تاکید سے عرض کر رہا ہوں کیونکہ شیطان کا کام یہ ہے کہ وہ اہل حق کے درمیان بدگمانیاں پیدا کرتا ہے تاکہ علم اور علماء کی عظمت مسلمانوں کے دلوں سے کسی طرح نکلے۔ اس لئے میں حضرتؒ کی بات نقل کرتا ہوں، حضرتؒ فرماتے تھے:

”تبلیغی جماعت کوئی جماعت نہیں ہے، جماعت ایک جماعت ہے، اہل سنت والجماعت ہے، اور یہ کام، یہ امت کا کام ہے، کون کتنا کر رہا ہے؟ کتنا نہیں کر رہا؟ یہ الگ بات ہے، کسی کے نہ کرنے پر یہ کہنا کہ یہ اس کا کام نہیں ہے، یہ غلط بات ہے، کسی کے زیادہ کرنے پر یہ کہنا کہ یہ اس کام کے حق دار ہیں، یہ غلط بات ہے۔ یہ امت، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے

اور اس کے ذمہ پوری دنیا میں دینی فریضہ پورا کرنا، یہ اس کا فرض منصبی ہے۔ علماء اپنے طریقہ سے، مفسرین اپنے طریقہ سے، ہر ایک کام میں لگا ہوا ہے، البتہ نقل وحرکت کے ذریعہ امت کو دینی شعبوں سے جوڑنا اور عوام وعلماء کے درمیان کی دوریوں کو ختم کرنا اور انہیں فنون کی جتائی کے سمندروں سے نکال کر علم کے راستہ پر ڈالنا اور عوام کو علما سے جوڑنا، یہ ہر کام کرنے والے کی پہلی ذمہ داری ہے۔“

یہ باتیں جو میں نے عرض کی ہیں، انہیں دھیان سے یاد رکھنا! اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اوروں کو بھی یہ بات پہنچا دینا، یہ ہے بنیادی بات....!

اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ بہت سی مساجد میں کہیں درس تفسیر ہے، کہیں درسِ حدیث ہے، کہیں مختلف علم کے حلقے ہیں، اس سے کوئی تعرض کرنا، یہ بڑی جہالت کی بات ہے۔ علم تو مطلوب ہے۔ ہاں! اتنا ضرور دیکھ لو کہ یہ حلقہ اہل سنت والجماعت اور مسلک دیوبند سے متعلق اور متفق ہے یا نہیں؟ یہ نہیں کہ جہاں حلقہ لگا دیکھا، وہاں بیٹھ گئے، اس کی تحقیق ضروری ہے۔ آدمی بازار میں ایک معمولی چیز بھی خریدتا ہے تو تحقیق کرتا ہے کہ اصل ہے یا نقل ہے؟ کہاں کی ہے؟ کس نے بنائی؟ ہاں! معمولی چیز بھی۔ وہ علم اور دین جس پر ہمیشہ کی زندگی کا مدار ہے، کیا اس کو بلا تحقیق حاصل کرلیا جائے گا؟ یہ ضرور دیکھ لو! بعض مساجد میں درسِ تفسیر ہوتا ہے۔ ساتھی کہتے ہیں: یہ ہم سے متعلق نہیں ہے، یہ تفسیر والوں کا کام ہے۔ لو! جب تم سے متعلق قرآن نہیں رہا تو تم قرآن سے متعلق کہاں رہے؟ درسِ تفسیر تم سے متعلق نہیں ہے تو تم قرآن سے متعلق کہاں رہے؟

میں ضروری بات عرض کر رہا ہوں، اندر یہ تنگیاں پیدا ہوگئی ہیں اور یہ گروپ بندیاں آ گئی ہیں، یہ ہمارا حلقہ ہے، یہ تمہارا حلقہ ہے، یہ تبلیغ والوں کا حلقہ ہے، یہ علم والوں کا حلقہ ہے۔ تبلیغ والوں کے لئے پہلی ضرورت علم کا حلقہ ہے۔ ٹھیک ہے! ایک مسجد میں یہ حلقہ ہوتا ہے، گشت بھی ہوتا ہے، کوئی حرج نہیں! آپ صبح تعلیم کے لئے، صبح درس کرنے جاتے ہیں، ہم گشت شام کو کرلیں گے، کوئی حرج نہیں! آپؐ کا عمل مقدم ہے، کیونکہ ہمیں دعوت دے کر یہیں آنا ہے اور امت کو علم پر لانا ہے۔ آپ کی مسجد کا درس کا حلقہ، یہ مقدم ہے۔ آپ کو کب سہولت ہے؟ جس وقت آپ کو سہولت ہے، اس وقت آپ کر لیجئے! ہم اپنا کام شام کو کرلیں گے، وہ کہیں: نہیں! ہم شام میں کریں گے، ہاں! آپ شام میں کر لیجئے۔

یہ شیطان کا بہت بڑا فتنہ اور وسوسہ ہے کہ امت حلقوں میں تقسیم ہو جاوے۔ نہیں میرے دوستو، عزیزو! خود اس فتنہ سے نکلو، دوسروں کو نکالو، کیونکہ کوئی مقابلہ اور تعرض تو ہو نہیں سکتا کہ دعوت سے امت کو جہالت سے نکالنا مقصود ہے، علم سے جوڑنا مقصود ہے تو کام کرنے والے علم سے اختلاف کیسے کر سکتے ہیں؟

میں تو کہتا ہوں اللہ جزائے خیر دے ان علماء کو! کہ جو بڑے مسائل سے فراغت پا کر چھوٹے چھوٹے مکاتب مسجدوں میں اور چھوٹے چھوٹے علم کے حلقے مسجدوں میں قائم کر رہے ہیں، یہ تو مطلوب ہے۔

میں تو کہتا ہوں سال والوں سے کہ سال لگا کر خدا کے واسطہ! اسی مسجد میں درس شروع کردینا تاکہ دوسرا ساتھی اس اپنے حلقہ کے لئے اور علم کے لئے جو گشت کر کے لوگوں کو جوڑے، تعلیم میں بھی جڑے، مشورہ میں بھی جڑے، اور تین دن میں نکلے اللہ کے راستہ میں تاکہ لوگوں کو علم کی طرف دعوت دے، میں تو ان سے کہتا ہوں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے! اپنی مسجد کو مدرسہ بنالو، جب تک مساجد میں مدارس نہیں قائم ہوں گے، امت تک علم کے پہنچنے کا عمومی راستہ نہیں کھلے گا.... لیکن عوام.... انہیں کون دکھلاوے گا؟ جی ہاں! اصل بات یہی ہے کہ ہم مکاتب اور مساجد میں علم کے حلقے قائم کرکے امت کے لئے آسانی پیدا کریں، ہر امتی روزانہ اپنے محلہ کی مسجد میں یہاں سے علم حاصل کرے، قرآن یہاں سے سیکھ لے۔ سال لگائے ہوئے علماء کرام ہیں، موٹے موٹے فرائض نماز کے اور وضو کے طریقے ان کو سکھلا دو، اور اللہ کا شکر ہے! اس کی شکلیں بن رہی ہیں، مگر ضرورت ابھی بہت ہے، بعض مرتبہ امن کے ماحول میں رہ کر آدمی سمجھتا ہے کہ بہت ہے، جس طرح مال کے ماحول میں رہنے والا سمجھتا ہے کہ مال بہت ہے، غربا میں جا کر پتہ چلے گا کہ اس کام کی ضرورت کتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

آئین سے لفظ اقلیت نکالنے اور سندھ اسمبلی کے پروٹیکشن مینارٹیز بل کی منظوری پر شدید مذمت

حیدرآباد .... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں مولانا توصیف احمد، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا عبدالسلام قریشی، مولانا تجمل حسین، مولانا مختار احمد، وفاق المدارس سندھ کے راہنما مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن نے میئر کراچی وسیم اختر کے ”کراچی میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج“ میں دوران گفتگو آئین سے لفظ اقلیت نکالنے اور سندھ اسمبلی کے پروٹیکشن مینارٹیز بل کی منظوری پر شدید مذمت کی۔ تمام راہنماؤں نے کہا کہ مذہب اسلام دین فطرت ہے، علم الاقوام (Ethologists) کے ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اولین دین انسانیت دوتوحید ہے۔ قبول اسلام پر پابندی درحقیقت مغربی این جی اوز کا ایجنڈہ ہے۔ پوری دنیا میں اسلام کا تیزی سے پھیلنا انہیں ہضم نہیں ہو رہا ہے، اسلام دشمن طاقتیں مقبولیت اسلام سے خائف ہیں۔ پیپلز پارٹی حضرت علیؓ کی قبول اسلام کے وقت دس سال کی عمر کو مدنظر رکھے، ان کے قانون نے حضرت علیؓ کے قبول اسلام کو بھی سوالیہ نشان بنادیا ہے۔ ارکان سندھ اسمبلی اور میئر کراچی اقلیت کی آڑ میں اسلام کو تختہ مشق نہ بنائیں۔ اسلام اقلیتوں کے جان ومال سمیت تمام حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرام کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بناء پر طویل ہو گیا تو انہوں نے اس کا نام "معتمد اور غیر معتمد تفاسیر" رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کردیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ "ختم نبوت" میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ (۵)

اب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کی تفسیر معارف القرآن سے ایک پُر مغز کلام ملاحظہ فرمائیں جس میں آپ نے مفسرین کی تفاسیر کے یہ مأخذ کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ وہ معارف القرآن کے مقدمہ ص:۵۰ سے ۵۵ تک لکھتے ہیں:

تفسیر قرآن کے مآخذ

علم تفسیر کو اس امت نے کس کس طرح محفوظ کیا؟ اس راہ میں انہوں نے کیسی کیسی مشقتیں اٹھائیں؟ اور یہ جدّ وجہد کتنے مراحل سے گزری؟ اس کی ایک طویل اور دلچسپ تاریخ ہے، جس کا یہاں موقع نہیں، لیکن یہاں مختصراً یہ بتانا ہے کہ تفسیر قرآن کے مآخذ کیا کیا ہیں؟ اور علم تفسیر پر جو بے شمار کتابیں ہر زبان میں ملتی ہیں انہوں نے قرآن کریم کی تشریح میں کن سرچشموں سے استفادہ کیا ہے، یہ سرچشمے کل چھ ہیں:

۱۔ قرآن کریم:

علم تفسیر کا پہلا مأخذ خود قرآن کریم ہے، چنانچہ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ کسی آیت میں کوئی بات مجمل اور تشریح طلب ہوتی ہے تو خود قرآن کریم ہی کی کوئی دوسری آیت اس کے مفہوم کو واضح کردیتی ہے، مثلاً سورۂ فاتحہ کی دعاء میں یہ جملہ موجود ہے کہ ﴿صِراطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ﴾ یعنی ہمیں ان لوگوں کے راستہ کی ہدایت کیجئے جن پر آپ کا انعام ہوا" اب یہاں یہ بات واضح نہیں ہے کہ وہ لوگ کون ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، لیکن ایک دوسری آیت میں ان کو واضح طور سے متعین کردیا گیا، چنانچہ ارشاد ہے

﴿فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ﴾ (۴:۶۹)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالح لوگ۔"

چنانچہ مفسرین کرام رحمہم اللہ جب کسی آیت کی تفسیر کرتے ہیں تو سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر خود قرآن کریم ہی میں کسی اور جگہ موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہوتی ہے تو سب سے پہلے اسی کو اختیار فرماتے ہیں۔ (یاد رہے کہ تفسیر قرآن بالقرآن باقاعدہ تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ اجمال کی تفصیل ہوتی ہے اور ابہام کی وضاحت ہوتی ہے: جو لوگ قرآن کی تفسیر احادیث کے ذریعہ سے نہیں کرنا چاہتے ہیں اور اہل حق مفسرین کی اتباع بھی نہیں کرنا چاہتے ہیں وہ تفسیر القرآن بالقرآن پر بہت زور دیتے ہیں اور پھر اپنی طرف سے ایک مضمون بنا کر قرآن کی کسی آیت کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں اور یا کسی آیت کی تائید میں قرآن کی دوسری آیت پیش کرتے ہیں اور اس کو تفسیر القرآن بالقرآن کہتے ہیں مثلاً مولانا حمید الدین فراہی صاحب جو تفسیر القرآن بالقرآن کا بڑا داعی گزرا ہے انہوں نے سورت الفیل میں ﴿اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَہُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ﴾ کی اس طرح شواہد پیش کرکے تفسیر کی ہے ﴿اِنَّہُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا﴾ (طارق) ﴿فَجَمَعَ کَیْدَہٗ ثُمَّ اَتٰی﴾ (طٰہٰ) ﴿لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُہُمْ شَیْئًا﴾ (آل عمران) ﴿وَاُمْلِیْ لَہُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ﴾ (اعراف) ﴿وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْہِنُ کَیْدِ الْکَافِرِیْنَ﴾ (انفال) ﴿اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا﴾ (نساء) تفسیر کچھ بھی نہیں صرف تائیدات اور شواہد کو تفسیر کہہ دیا اور فخر کیا ایک شعر بھی پیش کردیا:

یقودھم النعمان منہ بمصحف
وکید الخارجی مناجد

(نابغہ)

(تفسیر نظام القرآن ص:۴۹۲)

یہ ان لوگوں کے ہاں تفسیر ہے اور اس پر فخر کرتے ہیں اہل باطل منکرین حدیث کی تفاسیر کا یہی حال ہے جس کا تذکرہ آئندہ ہوگا۔

۲۔ حدیث:

"حدیث" آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو کہتے ہیں، اور جیسا کہ پیچھے بیان کیا

جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ساتھ آپؐ کو مبعوث ہی اس لیے فرمایا تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے قرآن کریم کی صحیح تشریح کھول کھول کر بیان فرمادیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قول اور عمل دونوں سے یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا، اور درحقیقت آپ کی پوری مبارک زندگی قرآن ہی کی عملی تفسیر ہے، اس لیے مفسرین کرام رحمہم اللہ نے قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ زور حدیث پر دیا ہے، اور احادیث کی روشنی میں کتاب اللہ کے معنی متعین کیے ہیں، البتہ چونکہ حدیث میں صحیح، ضعیف اور موضوع ہر طرح کی روایات موجود ہیں، اس لیے محقق مفسرین اس وقت تک کسی روایت کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے جب تک وہ تنقید روایات کے اصولوں پر پوری نہ اترتی ہو، لہذا جو روایت جہاں بھی نظر آجائے اسے دیکھ کر قرآن کریم کی کوئی تفسیر متعین کرلینا درست نہیں، کیونکہ وہ روایت ضعیف اور دوسری مضبوط روایتوں کے خلاف بھی ہو سکتی ہے، درحقیقت یہ معاملہ بڑا نازک ہے، اور اس میں قدم رکھنا انہی لوگوں کا کام ہے جنہوں نے اپنی عمریں ان علوم کو حاصل کرنے میں خرچ کی ہیں۔

۳۔صحابہؓ کے اقوال:

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کریم کی تعلیم براہِ راست آنحضرت ﷺ سے حاصل کی تھی، اس کے علاوہ نزولِ وحی کے وقت وہ بہ نفسِ نفیس موجود تھے، اور انہوں نے نزولِ قرآن کے پورے ماحول اور پس منظر کا بذاتِ خود مشاہدہ کیا تھا، اس لیے فطری طور پر قرآن کریم کی تفسیر میں ان حضرات کے اقوال جتنے مستند اور قابل اعتماد ہو سکتے ہیں، بعد کے لوگوں کو وہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، لہٰذا جن آیتوں کی تفسیر قرآن یا حدیث سے معلوم نہیں ہوتی ان میں سب سے زیادہ اہمیت صحابہ کرامؓ کے اقوال کو حاصل ہے، چنانچہ اگر کسی آیت کی تفسیر پر صحابہ کا اتفاق ہو تو مفسرین کرام اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے خلاف کوئی اور تفسیر بیان کرنا جائز نہیں سمجھتے، ہاں! اگر کسی آیت کی تفسیر میں صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو بعد کے مفسرین دوسرے دلائل کی روشنی میں یہ دیکھتے ہیں کہ کونسی تفسیر کو ترجیح دی جائے؟ اس معاملہ میں اہم اصول اور قواعد اصول فقہ، اصول حدیث اور اصول تفسیر میں مدون ہیں، ان کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

۴۔تابعین:

صحابہؓ کے بعد تابعین رحمہم اللہ کا نمبر آتا ہے، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی تفسیر صحابہ کرام سے سیکھی ہے، اس لیے ان کے اقوال بھی علم تفسیر میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اگرچہ اس معاملہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تابعینؒ کے اقوال تفسیر میں حجت ہیں یا نہیں؟ (الاتقان ۲/۱۷۹) لیکن ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔لغت عرب:

قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے تفسیر قرآن کے لیے اس زبان پر مکمل عبور حاصل کرنا ضروری ہے، قرآن کریم کی بہت سی آیات ایسی ہیں کہ ان کے پس منظر میں چونکہ کوئی شانِ نزول یا کوئی فقہی یا کلامی مسئلہ نہیں ہوتا، اس لیے ان کی تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہؓ یا تابعینؒ کے اقوال منقول نہیں ہوتے، چنانچہ ان کی تفسیر کا ذریعہ صرف لغت عرب ہوتی ہے اور لغت ہی کی بنیاد پر اس کی تشریح کی جاتی ہے، اس کے علاوہ اگر کسی آیت کی تفسیر میں کوئی اختلاف ہو تو مختلف آراء میں محاکمہ کے لیے بھی علم لغت سے کام لیا جاتا ہے۔

۶۔تدبر اور استنباط:

تفسیر کا آخری مأخذ ''تدبر اور استنباط'' ہے قرآن کریم کے نکات واسرار ایک ایسا بحر ناپید کنار ہے، جس کی کوئی حد ونہایت نہیں، چنانچہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اسلامی علوم میں بصیرت عطا فرمائی وہ جتنا جتنا اس میں غور وفکر کرتا ہے اتنے ہی نئے نئے اسرار ونکات سامنے آتے ہیں، چنانچہ مفسرین کرام اپنے اپنے تدبر کے نتائج بھی اپنی تفسیروں میں بیان فرماتے ہیں، لیکن یہ اسرار ونکات اسی وقت قابل قبول ہوتے ہیں جبکہ وہ مذکورہ بالا پانچ مآخذ سے متصادم نہ ہوں، لہٰذا اگر کوئی شخص قرآن کی تفسیر میں کوئی ایسا نکتہ یا اجتہاد بیان کرے جو قرآن وسنت، اجماع، لغت یا صحابہ وتابعین کے اقوال کے خلاف ہو یا کسی دوسرے شرعی اصول سے ٹکراتا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، بعض صوفیاء نے تفسیر میں اس قسم کے اسرار ونکات بیان کرنے شروع کیے تھے، لیکن امت کے محقق علماء نے انہیں قابل اعتبار نہیں سمجھا، کیونکہ قرآن وسنت اور شریعت کے بنیادی اصولوں کے خلاف کسی کی شخصی رائے ظاہر ہے کہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (اتقان ۲/۱۸۴)

اسرائیلیات کا حکم:

''اسرائیلیات'' اُن روایتوں کو کہتے ہیں جو اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے ہم تک پہنچی ہیں، پہلے زمانے کے مفسرین کی عادت تھی کہ وہ کسی آیت کے ذیل میں ہر قسم کی وہ روایات لکھ دیتے تھے جو انہیں سند کے ساتھ پہنچتی تھیں، ان میں بہت سی روایتیں اسرائیلیات بھی ہوتی تھیں، اس لیے ان کی حقیقت سے واقف ہونا بھی ضروری ہے، ان کی حقیقت یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام اور تابعین پہلے اہل کتاب کے مذہب سے تعلق رکھتے تھے، بعد میں جب وہ مشرف بہ اسلام ہوئے اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی تو انہیں قرآن کریم میں پچھلی امتوں کے بہت سے وہ واقعات نظر آئے جو انہوں نے اپنے سابقہ مذہب کی کتابوں میں بھی پڑھے تھے، چنانچہ وہ قرآنی واقعات کے سلسلے میں وہ تفصیلات مسلمانوں

کے سامنے بیان کرتے تھے جو انہوں نے اپنے پرانے مذہب کی کتابوں میں دیکھی تھیں، یہی تفصیلات اسرائیلیات کے نام سے تفسیر کی کتابوں میں داخل ہوگئی ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو بڑے محقق مفسرین میں سے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ روایات جن کی سچائی قرآن وسنت کے دوسرے دلائل سے ثابت ہے، مثلاً فرعون کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر تشریف لے جانا وغیرہ۔

(۲) وہ روایات جن کا جھوٹ ہونا قرآن و سنت کے دوسرے دلائل سے ثابت ہے، مثلاً اسرائیلی روایات میں یہ مذکور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی آخری عمر میں (معاذ اللہ) مرتد ہوگئے تھے، اس کی تردید قرآن کریم سے ثابت ہے، ارشاد ہے کہ: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا﴾ (۲:۱۰۲)

اور سلیمان کافر نہیں ہوئے، بلکہ شیاطین نے کفر کیا: اسی طرح مثلاً اسرائیلی روایات میں مذکور ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے سپہ سالار ''اُوریا'' کی بیوی سے زنا کیا، یا اُسے مختلف تدبیروں سے مروا کر اس کی بیوی سے نکاح کرلیا، یہ بھی کھلا جھوٹ ہے اور اس قسم کی روایتوں کو غلط سمجھنا لازم ہے۔

(۳) وہ روایات جن کے بارے میں قرآن و سنت اور دوسرے شرعی دلائل خاموش ہیں، جیسے کہ تورات کے احکام وغیرہ، ایسی روایات کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ ان کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے، نہ ان کی تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب، البتہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ایسی روایات کو نقل کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے قول فیصل یہ بیان کیا ہے کہ انہیں نقل کرنا جائز تو ہے، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ شرعی اعتبار سے وہ حجت نہیں ہے۔ (مقدمہ تفسیر ابن کثیر)

تفسیر قرآن کے بارے میں ایک شدید غلط فہمی:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے، جس کے لیے صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں، بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ مفسر قرآن کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو وصرف اور بلاغت وادب کے علاوہ علم حدیث، اصول فقہ وتفسیر اور عقائد وکلام کا وسیع وعمیق علم رکھتا ہو، کیونکہ جب تک ان علوم سے مناسبت نہ ہو، انسان قرآن کریم کی تفسیر میں کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں یہ خطرناک وبا چل پڑی ہے کہ بہت سے لوگوں نے صرف عربی پڑھ لینے کو تفسیر قرآن کے لیے کافی سمجھ رکھا ہے، چنانچہ جو شخص بھی معمولی عربی زبان پڑھ لیتا ہے، وہ قرآن کریم کی تفسیر میں رائے زنی شروع کردیتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ عربی زبان کی نہایت معمولی شدھ بدھ رکھنے والے لوگ جنہیں عربی پر بھی مکمل عبور نہیں ہوتا، نہ صرف من مانے طریقے پر قرآن کی تفسیر شروع کردیتے ہیں، بلکہ پرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ستم ظریف تو صرف ترجمے کا مطالعہ کرکے اپنے آپ کو قرآن کا عالم سمجھنے لگتے ہیں، اور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے سے نہیں چوکتے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ انتہائی خطرناک طرز عمل ہے جو دین کے معاملہ میں نہایت مہلک گمراہی کی طرف لیجاتا ہے، دنیوی علوم وفنون کے بارے میں ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرلے تو دنیا کا کوئی صاحب عقل اسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کرسکتا، اور نہ اپنی جان اس کے حوالے کرسکتا ہے، جب تک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم وتربیت حاصل نہ کی ہو، اس لیے کہ ڈاکٹر بننے کے لیے صرف انگریزی سیکھ لینا کافی نہیں، بلکہ باقاعدہ ڈاکٹری کی تعلیم وتربیت حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح کوئی انگریزی دان انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کرکے انجینئر بننا چاہے تو دنیا کا کوئی بھی باخبر انسان اسے انجینئر تسلیم نہیں کرسکتا، اس لیے کہ یہ کام صرف انگریزی زبان سیکھنے سے نہیں آسکتا، بلکہ اس کے لیے ماہر اساتذہ کے زیر تربیت رہ کر ان سے باقاعدہ اس فن کو سیکھنا ضروری ہے، جب ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لیے یہ کڑی شرائط ضروری ہیں تو آخر قرآن وحدیث کے معاملہ میں صرف عربی زبان سیکھ لینا کیسے کافی ہوسکتا ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں ہر شخص اس اصول کو جانتا اور اس پر عمل کرتا ہے کہ ہر علم وفن کے سیکھنے کا ایک خاص طریقہ اور اس کی مخصوص شرائط ہوتی ہیں، جنہیں پورا کیے بغیر اس علم وفن میں اس کی رائے معتبر نہیں سمجھی جاتی، تو آخر قرآن وسنت اتنے لاوارث کیسے ہوسکتے ہیں کہ ان کی تشریح وتفسیر کے لیے کسی علم وفن کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو، اور اس کے معاملہ میں جو شخص چاہے رائے زنی شروع کردے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ:

''وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ''

(۵۴:۱۷)

ترجمہ: ''اور بلاشبہ ہم نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا ہے۔''

(جاری ہے)

میرے پھوپھا جان مرحوم

مولانا قاضی احسان احمد

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات گرامی اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، رب کریم مختلف قسم کی رحمتوں اور انعامات سے اپنے بندے کو نوازتے رہتے ہیں، خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو انعاماتِ ربانی کے قدردان اور احسان مند ہوتے ہیں، میرے پھوپھا جان شیخ انیس الرحمن انہی مقبولانِ الٰہی میں سے ایک تھے، جنہیں رب کریم نے اپنی حیات مستعار میں بے شمار سعادتوں سے مالا مال فرمایا تھا، والدین کے لئے اولاد کا فرمانبردار اور نیک ہونا یہ بھی ایک نعمت اور عطیہ خداوندی ہے، آپ کی پرورش دینی ماحول میں ہوئی، والدین کی تربیت کا اثر تھا کہ اسکول، کالج کا زمانہ انتہائی متانت اور شرافت کے ساتھ گزرا۔ غیر نصابی سرگرمیوں کی بجائے اپنی تعلیم کو ہر حال میں ترجیح دی، نماز اور دیگر دینی امور پر بھی توجہ رہی، دینی جماعتوں سے ذہنی لگاؤ اور علماء کرام سے عقیدت و محبت تھی، مگر آخری عمر میں تبلیغی جماعت کی طرف بہت زیادہ رجحان رہا، مقامی جماعت کے ساتھ گشت اور رائے ونڈ کا سفر بھی دل کی خوشی سے کرتے تھے، جماعت ختم نبوت کے بزرگوں کے ساتھ دلی محبت کا تعلق تھا، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی کتب کے معترف اور شیدائی تھے۔ مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کی دفتر ختم نبوت اور سفر حرمین شریفین میں صحبتیں نصیب ہوئیں، جس کا اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے، اپنے علاقہ کی بھلائی اور خیر کے کاموں میں شریک ہونا سعادت سمجھتے تھے۔ نماز نہایت سکون اور دلجمعی سے ادا کرتے بلکہ کبھی کبھار تو کہتے تھے کہ بعض احباب اتنی تیز نماز کیسے پڑھ لیتے ہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا، اپنے دوست احباب خصوصاً سفر حج کے ساتھیوں کی دعوت کرنا یہ ان کا شوق تھا، مجھے بھی دعوت دے کر بلاتے کہ حاجی صاحبان تشریف لائے ہیں، آپ بھی آجائیں۔

رمضان المبارک میں اپنے گھر پر نماز تراویح کا اہتمام فرماتے، رب کریم نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ آپ کے دو بیٹے حافظ قرآن ایک بیٹی عالمہ فاضلہ کی سند حاصل کرچکی ہیں۔ اکثر اوقات باوضو رہتے اور یہ کہتے کہ جیو تو ایسے کہ لوگ رشک کریں، مرو تو ایسے کہ لوگ حسرت کریں، موت تو آنی ہی ہے بقول مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ آپ فرمایا کرتے تھے:

”موت سب پر طاری ہوگی کوئی مرنا چاہے تب بھی، نہ مرنا چاہے تب بھی، مگر موت اچھی نصیب ہوجائے یہ کامیابی ہے۔“

شیخ انیس الرحمن میرے بیٹے حافظ محمد کے نانا جان اور میرے سسر بھی تھے، رب کریم نے بہت خوبیوں سے مالا مال کیا تھا، بہت محبت کرنے والے اور شفیق انسان تھے۔ مجھے ان کی ایک عادت اور خوبی سب سے اچھی لگتی تھی کہ ان کا حلم وبردبار ہونا، عفوودرگزر کرنے کا مادہ خوب موجود تھا۔ غصہ اور انتقام نام کی چیز موجود نہیں تھی۔

زندگی کی باسٹھ بہاریں یوں پوری ہوئیں کہ ۳۰؍نومبر ۲۰۱۶ء صبح ۵ بجے کے قریب بیدار ہوئے، وضو، تلاوت، نماز فجر کی سنت ادا کرنے کے بعد معمول کے مطابق سیر کو نکلے، سیر سے فراغت کے بعد نماز فجر کی ادائیگی کے لئے مسجد تشریف لائے صف اول میں نماز کا انتظار ہورہا ہے کہ خالق کائنات کے دربار سے حاضری کا وقت آگیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سعادت کی زندگی اور سعادت والی موت کا مصداق بن کر رب کریم کے حضور حاضری نصیب ہوئی، تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑ کر دار فانی سے دار ابدی کی طرف گامزن ہوگئے۔ اللہ کریم مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کی حسنات کو اپنی بارگاہ میں انتہائی شرف قبولیت نصیب فرمائے۔ سیئات سے درگزر فرماکر ان کو نیکیوں میں تبدیل فرمائے پسماندگان کو صبر کی توفیق نصیب فرمائے۔

نماز جنازہ عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بلال میں اس عاجز کی اقتداء میں ادا کی گئی، ڈرگ روڈ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

میرے جن عزیز و اقارب، دوست و احباب، اکابر علماء کرام، کارکنان ختم نبوت کو اطلاع ملی تو انہوں نے نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی۔ لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا۔ بندہ ذاتی طور پر ان تمام علماء کرام اور دوستوں کا شکر گزار ہے، جنہوں نے تشریف لاکر یا فون پر تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

سیرتِ خاتم الانبیاء کانفرنس، گوادر

رپورٹ: مولانا احمد شاہ، تربت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوادر بلوچستان کے زیر اہتمام دوسری سالانہ عظیم الشان ''سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس'' ۲۶/صفر المظفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۷/نومبر ۲۰۱۶ء بروز اتوار بعد نماز عصر گوادر شہر کی مرکزی جامع مسجد بلال میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی تاریخ اور انتظامات کے سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ یوسف گوٹھ کراچی کے نائب مدیر حضرت مولانا عبدالعزیز ملازہی اور مدرسہ دار ارقم تربت بلوچستان کے ناظم الامور مولانا احمد شاہ کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد سے کراچی دفتر میں مشاورت ہوئی۔ مجوزہ پروگرام پر مولانا احمد شاہ نے جامع مسجد بلال گوادر کے امام و خطیب مولانا عبدالہادی اور جمعیت علماء اسلام ضلع گوادر کے امیر، جامعہ عربیہ مطلع العلوم کے مدیر مولانا عبدالحمید انقلابی سے ملاقات، باہمی مشاورت سے کانفرنس کو حتمی شکل دی۔

کانفرنس کی تیاری اور کامیابی کے لئے گوادر شہر جیوانی، سربندر، پیشکان، پسنی، اورماڑہ سمیت ضلع گوادر میں آواز لگائی گئی، اس کے علاوہ ضلع تربت کے کئی شہروں اور مقامات میں بھرپور طریقے سے اشتہارات لگا کر پورے مکران ڈویژن کو موثر انداز سے آگاہی فراہم کی گئی۔

کانفرنس کی تیاری کے سلسلہ میں مولانا احمد شاہ نے گوادر کی مساجد، جامع مسجد سید المرسلین فقیر کالونی، جامع مسجد باب الاسلام فاضل چوک، جامع مسجد قبا، مجاہد وارڈ، جامع مسجد مکی مرکزی جامع مسجد بلال، تحصیل پسنی کی مرکزی جامع مسجد مدنی جی ٹی پسنی اور مدرسہ خالد بن ولید پسنی میں بیانات کئے۔

کانفرنس کی تیاری اور شرکت کی غرض سے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد، جامعہ عثمانیہ کے مولانا عبدالعزیز ملازہی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن اور بھائی محمد اجمل پر مشتمل چار رکنی وفد ۲۳/صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۴/نومبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات صبح ۹ بجے کراچی سے گوادر کے لئے روانہ ہوا۔ نماز ظہر کنڈ ملیر میں ادا کی۔ ہوٹل کے مالک بھائی فضل محمد سے تحفظ ختم نبوت اور شیزان کے بائیکاٹ سے متعلق مذاکرہ ہوا۔ نماز عصر مسجد باب الاسلام شدنکانی درگوادر میں ادا کی۔ امام صاحب کو کانفرنس کی دعوت دی۔ نماز مغرب جامعہ قاسم العلوم گوادر شہر میں ادا کی۔ ناظم جامعہ مولانا محمد خیر فاروقی سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ نماز عشاء مسجد سید المرسلین فقیر کالونی میں ادا کی۔ رہنما جمعیت علماء اسلام یو سی دشت کے وائس چیئرمین مولانا مجاہد معاویہ سے ملاقات ہوئی اور کانفرنس کی تیاریوں کا جائزہ لیا گیا۔

۲۵/نومبر بروز جمعہ مولانا قاضی احسان احمد نے جامعہ قاسم العلوم، مولانا عبدالعزیز ملازہی نے مرکزی جامع مسجد بلال، راقم الحروف نے جامع مسجد مکی اور مولانا عبدالحئی مطمئن نے جامع مسجد فیضی میں جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ بیانات جمعہ میں عقیدۂ ختم نبوت، فتنۂ قادیانیت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تبلیغی کاوشوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی۔ قادیانی مصنوعات خصوصاً شیزان کمپنی، یونیورسل اسٹیبلائزر کے بائیکاٹ کی ترغیب دی گئی اور کانفرنس میں شرکت کی پرزور دعوت دی گئی۔ بعد نماز جمعہ مرکزی جامع مسجد بلال کے مدرس قاری حمل کی طرف سے مہمانوں کے پُرتکلف ظہرانہ کا اہتمام کیا گیا۔ مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عبدالعزیز ملازہی، راقم الحروف، مولانا عبدالحئی مطمئن اور محمد اجمل نے بعد جمعہ شہر گوادر شمال مغرب میں واقع علاقہ پشکان کا سفر کیا پشکان کی قدیم دینی درس گاہ جامعہ دارالہدیٰ میں نماز عصر ادا کی، ادارہ کے مہتمم و بانی، اسلاف کی نشانی حضرت مولانا داد الرحمٰن سلیمی سے ملاقات ہوئی۔ ادارہ کے دیگر اساتذہ و منتظمین سے ملاقات ہوئی۔ حضرت سے کانفرنس میں سرپرستی کی درخواست کی گئی۔ حضرت نے بشرط صحت خندہ پیشانی سے حاضری کا وعدہ کیا۔ نماز مغرب واپسی پر شہر گوادر کی مرکزی جامع مسجد بلال میں ادا کی گئی۔

مشورہ میں طے پایا کہ آئندہ کل بروز ہفتہ گوادر کے دینی مدارس و جامعات میں حاضری دی جائے۔ علماء کرام کی خدمت میں کارگزاری پیش کی جائے۔ کانفرنس میں شرکت اور مستقل طور پر ختم نبوت کے کام کے لئے فکرمندی اور دعاؤں کی درخواست کی جائے۔ حضرت مولانا عبدالحمید انقلابی نے اسی وقت اہل مدارس کو حاضری کے پروگرام سے مطلع کیا۔ وفد

نے نماز عشاء جامع مسجد قبا میں ادا کی اور بھائی نبیل جان بلوچ کی طرف سے پُر تکلف عشائیہ قبول کیا۔

۲۶ر نومبر بروز ہفتہ حضرت مولانا عبدالحمید انقلابی، حضرت مولانا عبدالہادی کی سرپرستی اور سربراہی میں صبح ۹ بجے تا ۴ بجے سہ پہر خدامِ ختم نبوت نے مدارس میں حاضری دی اور علماء کرام سے ملاقاتیں کیں۔ گوادر میں مقیم مولانا عبدالحق صاحب بھی کئی مقامات پر ہمراہ رہے اور گاہے گاہے طعام و دیگر ضروریات کا اہتمام فرماتے رہے، بہت مخلص دوست ہیں۔ جامعہ عربیہ اسلامیہ مطلع العلوم مولانا عبدالحمید انقلابی کا ادارہ ہے بنین درجہ سابعہ تک اور بنات دورۂ حدیث تک ہے۔ یہاں اساتذہ علماء کرام سے ملاقات ہوئی۔ جامعہ قاسم العلوم درجہ ثالثہ تک تعلیم ضلع لسبیلہ کی تحصیل حب چوکی کے قریب بھوانی کے مقام پر واقع جامعہ قاسم العلوم قدیم اور عظیم یادگار ادرہ ہے۔ جامعہ قاسم العلوم گوادر اسی ادارہ کی شاخ ہے، یہاں کے ناظم مولانا محمد خیر فاروقی ہیں۔ مدرسہ عربیہ جامعہ العلوم الاسلامیہ کوہ بن، یہ ادارہ ساحل سمندر پر بالکل پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ ادارہ کے محل وقوع و چھت نما پہاڑ کو دیکھ کر بہت ہی خوبصورت منظر نظر میں گھوم گیا۔ مدرسہ کے مدیر حضرت مولانا محمد ریاض ہیں، مدرسہ میں دورۂ حدیث تک کے درجات ہیں۔ اساتذہ کرام سے بہت اچھے ماحول میں ملاقات ہوئی اور ان سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کی درخواست کی۔ مدرسہ عربیہ بحرالعلوم، شہر گوادر سے کچھ فاصلہ پر موڈی شریف نامی علاقہ میں واقع ہے۔ مدیر حضرت مولانا مفتی بشیر احمد ہیں، درجہ سابعہ تک کے درجات میں مقیم مسافر طلبا کی کافی تعداد ہے۔ دور دراز علاقہ جات سے طلبا اور اساتذہ کا گلشن آباد کر رکھا ہے۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ فیض العلوم شہر گوادر کے بالکل وسط میں واقع ہے۔ رقبہ کم مگر عمارت بلند ہے، جامع مسجد فیضی مسجد کا ہال درسگاہ کے طور پر استعمال میں ہے۔ ادارہ کے مدیر مولانا مفتی سعید احمد ہیں جبکہ جمعیت علماء اسلام تحصیل گوادر کے امیر مولانا محمد زاہد یہاں مدرس ہیں۔ درجہ ثالثہ تک تعلیم ہے۔ ادارہ کے پڑوس میں حاجی حکیم داد کی دکان ہے جنہوں نے دو سال قبل شیزان کی اصل صورتحال جاننے کے بعد اپنے بہت بڑے شیزان کے کاروبار کو بالکل ترک کیا اور الحمدللہ! اپنے اس عمل پر بہت خوش ہیں۔ مدرسہ تعلیم القرآن والسنہ قدیم گوادر کے وسط میں واقع شعبہ حفظ و ناظرہ کا معیاری ادارہ ہے سینکڑوں کی تعداد میں بچے اور باپردہ بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ ادارہ کی عمارت اچھے نقشہ سے تیار کی گئی ہے۔ ادارہ کے مدیر مولانا محمد ناصر ہیں۔ مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کوہ بن کے مدرس مولانا شاکر اللہ کوہستانی اور شریک دورۂ حدیث حافظ قاری محمد راشد دونوں حضرات یہاں مدرس ہیں۔ عصر اور مغرب کی نماز شہر گوادر کے قریب واقع سربندر کے مقام پر مدرسہ دارالتوحید میں ادا کی۔ یہاں کے حضرات سے ملاقات ہوئی۔ کانفرنس کے حوالہ سے یاددہانی کرائی گئی۔ مدرسہ دارالتوحید میں شعبہ حفظ و ناظرہ کی ترتیب قائم ہے۔ مولانا قاری اللہ بخش، مولانا قاری عبدالرشید اور مولانا حافظ عبدالوحید تینوں بھائی جامعہ دارالعلوم کراچی کے فضلاء ہیں اور الحمدللہ کام میں مصروف ہیں۔

۲۷ر نومبر بروز اتوار، بھائی نبیل بلوچ کے ہمراہ گوادر کے پہاڑ پر جانے کی ترتیب بنی، پہاڑ پر

منظور کالونی میں ختم نبوت چوک کا افتتاح

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے ختم نبوت جماعت کے تمام مقامی عہدیداران کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے اپنے حلقہ جات میں مقامی اثر ورسوخ استعمال کر کے مختلف علاقوں میں ختم نبوت چوک قائم کرنے کی تحریک چلائی جائے، جس کا مقصد اپنے پیغام کو زبان زد عام کرنا ہے، اس سے عقیدہ کی حفاظت مقصود ہے۔

ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد نبوت و رسالت کا تاج کسی اور کے سر پر نہیں رکھا جائے گا۔ ''ختم نبوت چوک'' ہمیں اس عقیدہ کی یاد دلاتا رہے گا تاکہ ہمارے ذہنوں پر نقش ہوجائے۔ حال ہی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ منظور کالونی کراچی کی طرف سے ایک فقیدالمثال تقریب منعقد کی گئی، جس میں ''ختم نبوت چوک'' کا افتتاح کیا گیا، جس کے لئے شب و روز محنت اور بھاگ دوڑ کی گئی بحمداللہ! رفقاء کرام کی محنت ۴ر دسمبر ۲۰۱۶ء بوقت ۳ بجے رنگ لائی جب علاقہ بھر کے غیور مسلمان، علماء کرام، سیاسی و مذہبی راہنماؤں کی موجودگی میں تحفظ ختم نبوت اور تردید مرزائیت کے عنوان پر تقاریر ہوئیں۔

پروگرام کا آغاز حافظ محمد عمران کی تلاوت سے ہوا، نقابت کے فرائض مولانا عبدالحی مطمئن نے ادا کئے۔ مولانا محمد رضوان، مولانا قاری اللہ داد، مولانا قاضی احسان احمد اور جناب علی رضا عابدی ایم این اے، کمشنر ایسٹ جناب آصف جان صدیقی اور جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے نائب امیر جناب قاری محمد عثمان نے خطاب کیا۔

تقریب نقاب کشائی میں تمام مہمانان گرامی نے حصہ لیا اور نعرہ ہائے تکبیر، تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد کی صدا سے علاقہ گونج اٹھا اور دعا پر تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ ختم نبوت چوک کی تیاری کے لئے مقامی انتظامیہ علاقہ کے چیئرمین محترم جناب ملک شاہ نواز اعوان اور مولانا محمد فیصل جامع مسجد خلفائے راشدین نے دن رات انتھک محنت کی۔ اللہ تعالیٰ تمام رفقاء کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مرجان ہوٹل اور پی سی ہوٹل قائم ہے۔ مرجان ہوٹل سے گوادر شہر کا دلکش نظارہ ہوا۔ دور تک دائیں بائیں سمندر درمیان میں جزیرہ نما گوادر، گوادر پورٹ، گوادر فشری، خالق کی قدرت کا حسین مظہر ہے۔

مولانا عبدالحمید انقلابی کی ہمراہی میں گوادر پورٹ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ گوادر پورٹ کی صفائی ستھرائی، مثالی اور قابل تحسین ہے۔ دلکش نظارہ کرکے دل سے دعا نکلی کہ اللہ کریم اس ملک وملت کو بہت ترقی نصیب فرمائے۔

آج بروز اتوار ۲۷ نومبر بعد از ظہر جامع مسجد بلال میں عظیم الشان سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ بیرون گوادر سے تشریف لانے والے مہمانانِ گرامی کے لئے طعام کا نظم کیا گیا۔ لاؤڈ اسپیکر، جنریٹر وغیرہ دیگر ضروریات کو حتمی شکل دی جاچکی ہے۔ کانفرنس کی پہلی نشست بعد نماز عصر تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اردو اور بلوچی زبان میں پیش کی گئی۔ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدرس مدرسہ عربیہ دارارقم تربت نے پہلا خطاب پیش کیا، بعد ازاں جیونی سے تشریف لائے ہوئے مہمان حضرت مولانا محمد عارف نے بیان کیا ہر دو حضرات نے علاقائی زبان میں سامعین کے قلوب کو نور ایمان سے منور کیا۔

کانفرنس کی دوسری نشست کا آغاز بعد نماز مغرب ہوا۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تربت سے تشریف لائے ہوئے مہمان مولانا عبدالسلام عارف نے بلوچی زبان میں منفرد پُر اثر اور مدلل گفتگو فرمائی جس میں فکرِ آخرت، حسن عمل اور تحفظ ختم نبوت کے مشن پر اپنے آپ کو لگانے کی بھرپور دعوت پیش کی گئی۔ یادگار اسلاف استاذ العلما حضرت مولانا عبدالحمید ملازہی دامت برکاتہم العالیہ کے فرزند جامعہ عثمانیہ یوسف گوٹھ کراچی کے نائب مدیر حضرت مولانا عبدالعزیز ملازہی مدظلہ نے بہت خوبصورت انداز سے تحفظ ختم نبوت کے مشن پر سامعین کی ذہن سازی کی اور شیزان کے بائیکاٹ کا فلسفہ ان لوگوں کے ذہنوں میں ڈالا اور مروجہ شکوک و شبہات کا شافی ازالہ فرمایا۔

کانفرنس کی تیسری اور آخری نشست کا آغاز

نماز عشاء کے بعد ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن نے مفصل خطاب کیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت، حیات و رفع نزول مسیح علیہ السلام، مہدی علیہ الرضوان، فتنۂ قادیانیت، فتنۂ دجال جیسے موضوعات پر نہایت جامعیت سے خطاب کیا، رب کریم زور بیان اور نصیب فرمائے۔ گوادر شہر کے مولانا خلیل احمد بلیدی صاحب نے بھی اظہار خیال فرمایا۔

شیر مکران شعلہ بیان معزز حضرت مولانا محمد الیاس تربت نے نہایت دلنشین انداز میں شیر کی گھن گرج سے عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ قادیانی کی سرکوبی پر روشنی ڈالی۔

کانفرنس کا آخری خطاب اور دعا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے کیا، انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ باتیں آپ حضرات بہت سن چکے اب وقت ہے عمل کا، ان معلومات پر فائدہ اسے ملے گا جو ان پر عمل کرے گا، ہر مسلمان ختم نبوت کی دعوت کو عام کرے۔ قادیانیت کے کفریہ عقائد سے نفرت اور مصنوعات کا بائیکاٹ ہمارا ایمانی، اخلاقی، مذہبی اور ملی فریضہ ہے۔ رات ۱۱ بجے کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

الحمدللہ علیٰ ذالک۔

☆☆..........☆☆

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اور نوبل پرائز ؟؟؟

جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان (سائنسدان) نے بھی ایک انٹرویو میں کہا: ’’ڈاکٹر عبدالسلام کو ملنے والا نوبل انعام نظریات کی بنیاد پر دیا گیا ہے، وہ ۱۹۵۷ء سے اس کوشش میں تھے کہ انہیں نوبل انعام ملے اور آخر آئن اسٹائن کی صد سالہ وفات پر اس کا مطلوبہ انعام دے دیا گیا۔ دراصل قادیانیوں کا اسرائیل میں باقاعدہ مشن ہے جو ایک عرصہ سے کام کررہا ہے، یہودی چاہتے تھے کہ آئن اسٹائن کی برسی پر اپنے ہم خیال لوگوں کو خوش کردیا جائے، سو ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بھی اس انعام سے نواز اگیا۔‘‘

(انٹرویو ڈاکٹر عبدالقدیر ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ رفروری ۱۹۸۴ء)

جناب شفیق مرزا (سابق قادیانی) لکھتے ہیں: ’’آپ نے ان کو نوبل انعام ملنے پر بڑا ہی خراج عقیدت پیش کیا ہے اور اس کو پاکستان کے لیے ایک اعزاز بتلایا ہے، کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالسلام نے اس کو پاکستان کا اعزاز کہا ہے؟ اگر ان کا کوئی بیان اس طرح کا ہے تو آپ اسے ریکارڈ پر لائیں، حالانکہ یہ انعام ڈاکٹر عبدالسلام کو کوئی انقلابی تھیوری پیش کرنے پر نہیں دیا گیا، بلکہ اسلام اور پاکستان کو بدنام کرنے کی خدمات انجام دینے کے صلہ میں ملا ہے، کیونکہ ڈاکٹر عبدالسلام ایک ریڈیو انٹرویو میں خود اس بات کو تسلیم کرچکے ہیں کہ انہوں نے طبعیات میں میکسول اور اس کے ساتھیوں کے انکشافات کو آگے بڑھایا ہے اور اس شعبہ میں کوئی بڑا معرکہ انجام نہیں دیا۔‘‘ (نوبل پرائز اور ڈاکٹر عبدالسلام)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور ان کا فلسفہ و فکر!

مولانا زاہد الراشدی

جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں ''مجلس یادگار شیخ الاسلام پاکستان'' کے زیر اہتمام حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حوالہ سے منعقد ہونے والے سیمینار میں جو گزارشات پیش کیں انہیں تھوڑے سے اضافہ کے ساتھ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے بارے میں گفتگو کے مختلف پہلو ہیں جن میں سے ہر ایک مستقل گفتگو کا متقاضی ہے۔ مثلاً ان کا قبول اسلام کیسے ہوا؟ ضلع سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی کے سکھ گھرانے کے ایک نوجوان نے اسلام قبول کیا تو اس کے اسباب کیا تھے اور وہ کن حالات و مراحل سے گزر کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ بوٹا سنگھ نامی نوجوان جب مسلمان ہوا تو سیالکوٹ سے جام پور اور وہاں سے بھرچونڈی شریف سندھ تک کے سفر کی داستان بھی توجہ کی مستحق ہے۔ بھرچونڈی شریف سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کی ایک اہم خانقاہ ہے، عارف باللہ حضرت حافظ محمد صدیق اس وقت اس سلسلہ کے سب سے بڑے پیشوا تھے، ان کی خدمت میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی حاضری اور حضرت حافظ صاحبؒ سے استفادہ اور کسب فیض ایک مستقل موضوع بحث ہے۔ سیالکوٹ کے ایک نومسلم نوجوان کو وہاں ایسی محبت و شفقت ملی کہ وہ اپنے علاقائی نسبت ہی بھول گیا اور ہمیشہ کے لیے سندھی کا تعارف اختیار کرلیا۔

ابھی ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر امجد علی شاکر اپنے خطاب میں بتا رہے تھے کہ مولانا سندھیؒ پہلے صوفی بنے اور پھر عالم دین بنے۔ وہ اسی بات کی طرف اشارہ کررہے تھے کہ یہ مسلم نوجوان پہلے بھرچونڈی شریف کی خانقاہ پہنچا اور پھر وہاں سے دیوبند کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد دیوبند میں مولانا سندھی کے تعلیم حاصل کرنے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے ساتھ تعلق، استفادہ اور رفاقت کا دور ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث، فقیہ، صوفی اور تحریک آزادی کے عظیم قائد کے معتمد ترین شاگرد اور ساتھی کا مقام کیسے حاصل کرلیا؟

پھر آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں ان کے کردار اور محنت و قربانی کا دور آتا ہے کہ اس عظیم مشن کے لیے صرف اپنے ملک میں محنت نہیں کی بلکہ دنیا بھر میں دربدر کی خاک چھانی اور ایک قومی جدوجہد کو بین الاقوامی تحریک میں تبدیل کردیا۔ مختلف ملکوں کا یہ سفر ہوائی جہاز اور لگژری کاروں کا نہیں بلکہ پیدل یا زیادہ سے زیادہ عام سطح کی پبلک ٹرانسپورٹ کا تھا۔ اس سفر کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے جو میں نے اپنے شیخ محترم حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے سنا ہے کہ مولانا سندھیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر کابل کا سفر کرنا تھا، وہ سی آئی ڈی کے تعاقب سے بچنے کے لیے ادھر ادھر گھومتے ہوئے دین پور شریف پہنچے تو وہاں بھی اردگرد مخصوص لوگوں کو نگرانی کرتے ہوئے پایا۔ چند دن وہاں رہے مگر ان کی نگاہوں سے بچ کر نکلنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دی۔ ایک دن تیز جلاب کی کوئی دوائی کھالی جس سے سخت اسہال شروع ہوگئے، نگرانوں نے یہ دیکھ کر کہ اب تو یہ دو تین دن تک کسی طرف جانے کے قابل نہیں رہے، نگرانی میں تھوڑی غفلت دکھائی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مولانا سندھیؒ اسی حالت میں وہاں سے نکلے اور چھپتے چھپاتے قندھار کی طرف روانہ ہوگئے اور اپنی منزل تک پہنچ جانے تک کسی کو محسوس نہ ہونے دیا کہ وہ کون ہیں، کہاں سے آرہے ہیں اور کدھر جا رہے ہیں؟

یہ بات بھی تحقیق و مطالعہ کا اہم موضوع ہے کہ اپنی وطنی تحریک کو بین الاقوامی رخ دینے کے لیے اس مرد قلندر نے کیا کیا پاپڑ بیلے۔ اس وقت سلطنت برطانیہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت شمار ہوتی تھی اور اس کے حریفوں میں جرمنی، خلافت عثمانیہ اور جاپان نمایاں تھے۔ ان تینوں بڑی قوتوں کو ایک منصوبے پر متفق کرکے آزادیٔ وطن کی قومی تحریک میں تعاون پر آمادہ کرلینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے لیے سبھاش چندر بوس، مہندر پرتاب، برکت اللہ بھوپالی، عبیداللہ سندھیؒ اور محمد

میاں انصاریؒ جیسے اصحاب عزیمت کا حوصلہ کام آیا۔ اس حوصلہ اور اس کے مظاہر سے آج کی دنیا بالخصوص نئی نسل کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مولانا سندھیؒ کی زندگی کا ایک پہلو ایک مفکر اور اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور بلند پایہ عالم دین کا بھی ہے، انہوں نے قرآن وسنت کی صرف تعبیر و تشریح نہیں کی بلکہ اپنے دور کی سماجی ضروریات اور معاشی تقاضوں کے ساتھ ان کی تطبیق و توفیق کی راہیں بھی نکالی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کی ساری تعبیرات کو قبول کیا جائے لیکن ان کا یہ ذوق و جذبہ آج بھی ہم سب کے لیے لائق تقلید ہے کہ قرآن وسنت کے علوم صرف کتب اور درسگاہ کے لیے نہیں ہیں بلکہ ان کا اصل مقام سماج اور معاشرہ ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے سماج اور سوسائٹی سے آگاہی بھی ضروری ہے اور ایک مفکر و مجتہد کا اصل کام یہ ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات اور سماج کی ضروریات کے درمیان تطبیق و مفاہمت کی راہیں تلاش کرے اور انسانی سوسائٹی کے مسائل و مشکلات کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل پیش کرے۔

میں نے مولانا سندھیؒ کی جدوجہد، خدمات اور حیات کے چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور ہمارے فاضل محققین کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ لیکن آج میں ایک اور پہلو کے حوالہ سے بات کرنا چاہوں گا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں قرآن کریم کے اعجاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنے والے دور میں جو نظاموں اور معاشرتی قوانین کے تقابل کا دور ہوگا، اس پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن وسنت کا پیش کردہ نظام اور اس کے معاشرتی احکام وقوانین دنیا کے تمام نظاموں سے بہتر ہیں اور انسانی سوسائٹی کے مسائل ومشکلات کو زیادہ بہتر طور پر حل کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں مولانا سندھیؒ کی علمی وفکری جدوجہد کو دیکھا جائے تو انہوں نے اپنے دور کے عالمی نظاموں کے درمیان مقابلہ کو وسیع تناظر اور گہری نظر سے دیکھا ہے، انہوں نے ہماری طرح اخباری خبروں اور سنی سنائی باتوں پر اپنے فکر وفلسفہ کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ خود ان عالمی نظاموں کے مراکز میں جا کر ان کی اکھاڑ پچھاڑ کا ذاتی طور پر مشاہدہ کیا۔ انہوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظام کے مقابلہ میں کیمونزم کے ابھرتے ہوئے طوفان کو ماسکو میں بیٹھ کر دیکھا۔ خلافت عثمانیہ کے بکھرنے کے عمل کا استنبول میں رہ کر مشاہدہ کیا، اور عرب قومیت کے نام پر عالم اسلام کا شیرازہ بکھیرے جانے کے مراحل کو مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر سمجھا۔ انہوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظام کے مقابلہ میں ابھرتے ہوئے سوشلزم کی ان حالات کے تناظر میں تحسین ضرور کی لیکن یہ بات بھی دوٹوک انداز میں واضح کی کہ انسانی سوسائٹی کے مسائل کا اصل حل صرف قرآن کریم میں ہے اور اس کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر وفلسفہ کو راہ نما بنانے کی ضرورت ہے۔

مولانا سندھیؒ کو اس بات کا زندگی بھر قلق رہا کہ ہم مسلمانوں کے پاس اسلام کے عادلانہ سماجی نظام کا کوئی عملی نمونہ عصر حاضر میں موجود نہیں ہے اس لیے سرمایہ دارانہ و جاگیردارانہ نظاموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے دنیا کو کیمونزم اور سوشلزم کی طرف رجوع کرنا پڑ رہا ہے۔ اور وہ اس نمونہ کے قیام کے لیے ساری زندگی محنت کرتے رہے۔ البتہ ان کا دور نظاموں کے تقابل کا دور تھا اور انہوں نے اپنے دور کے نظاموں کے باہمی مقابلہ کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر وفلسفہ کی طرف لوگوں کی راہنمائی کی۔ مولانا سندھیؒ کی بعض تعبیرات وتشریحات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی اس بات سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے دور کے مسائل اور تقاضوں کو براہ راست معروضی حالات کے تحت سمجھنا ضروری ہے اور انسانی سوسائٹی کی راہنمائی کے لیے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر وفلسفہ سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

اس پس منظر میں ایک طالب علمانہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلی صدی نظاموں کے ٹکراؤ کی صدی تھی مگر آج کا دور تہذیبوں کے تصادم کا دور ہے۔ مغرب کی تہذیب وثقافت پوری دنیا بالخصوص عالم اسلام کو اپنے دائرے میں سمیٹ لینے کے چکر میں ہے۔ اس لیے آج کے علماء کرام اور دانش وروں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تہذیبوں کے اس تصادم اور ثقافتوں کے اس ٹکراؤ کو سمجھنے کی کوشش کریں، آج کے عصر کا ادراک حاصل کریں، اور اس سولائزیشن وار میں قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں امت مسلمہ بلکہ نوع انسانی کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں جس کے لیے ولی اللّٰہی فکر وفلسفہ کی روشنی آج بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ میرے نزدیک آج کی نسل کے لیے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا پیغام یہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمت راہنمائی کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۲ نومبر ۲۰۱۶ء)

لیاقت علی خان کا قتل اور شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: محمد طاہر عبدالرزاق
انتخاب: ڈاکٹر دین محمد فریدی

۱۹۵۰ء کے انتخابات کے نتائج مارچ ۱۹۵۱ء میں شائع ہوئے تو مرزائیوں کی شکستِ فاش پر مجلس احرار اسلام نے ملک بھر میں 'یومِ تشکر' منانے کا فیصلہ کیا۔

اس سلسلے میں ۲۵، ۲۶ رمئی ۱۹۵۱ء کو لاہور میں دو دن کانفرنس ہوئی جس میں پورے پنجاب سے جیوش احرار مع بینڈ کے شریک ہوئے۔ ۲۵ رمئی ۱۹۵۱ء کا دن اس لحاظ سے تاریخی تھا کہ جنوری ۱۹۴۹ء کے بعد پہلی مرتبہ احرار کے سرخ پوش رضا کار پورے جاہ وجلال کے ساتھ اپنے اپنے اضلاع سے بینڈ کے ساتھ شرکت کے لیے بصورت جلوس شہر میں داخل ہوکر مرکزی دفتر مجلس احرار اسلام لاہور پر لہراتے ہوئے پرچم احرار کو سلامی دے کے احرار پارک دہلی دروازہ میں اپنے اپنے مخصوص خیموں میں مقیم ہو رہے تھے۔

شام تک احرار پارک میں ایک ''نیا مدینۃ الاحرار'' بس گیا تھا۔ پنجاب کے اضلاع سیالکوٹ، لائل پور (فیصل آباد) گوجرانوالہ، سرگودھا، میانوالی، ملتان، ساہیوال، اوکاڑہ، شیخوپورہ، راولپنڈی، وزیرآباد، صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) سے پشاور، بنوں، ہری پور ہزارہ اور کوہاٹ سے بھی جیوش احرار اسلام سرخ وردیوں میں شامل ہوئے۔ رات کو جلسہ عام میں اکابر احرار نے اپنی تقاریر میں مرزائیت کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔

۲۶ رمئی کو جلوس کا پروگرام تھا، مرزائیوں کی شکست پر جہاں احرار خوشی کے شادیانے بجا رہے تھے وہاں مرزائیوں کے ہاں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ پھر بھلا مرزائی یہ سب کچھ ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کر لیتے۔ ربوہ اور لاہور سے کراچی ٹیلیگرام دیے جا رہے تھے، عرضداشتیں گزاری جا رہی تھیں۔

پیچھا چھڈ دے گیاں احرار والے
چنبڑ گئے سیال دے تاپ وانگوں
(سائیں حیات)

مسٹر قربان علی آئی جی پنجاب پولیس، سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب اور مسٹر ممتاز احمد دولتانہ وزیراعلیٰ پنجاب کو درخواستیں دی جا رہی تھیں کہ احرار کو روکو، پکڑو، دوڑو، پولیس اپنے طور پر بھی سرگرم عمل تھی۔ کبھی شیخ حسام الدین سیکرٹری جنرل مرکزیہ مجلس احرار اسلام کو تنبیہ کی جاتی اور کبھی صدر مرکزیہ ماسٹر تاج الدین انصاری کو گورنر ہاؤس طلب کر کے سردار نشتر فرماتے ''ماسٹر جی یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیسا ہنگامہ ہے، میرے پاس جو رپورٹیں آ رہی ہیں اور خاص طور پر آئی جی پولیس بہت غیر مطمئن ہیں۔ آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟ الیکشن تو ختم ہو چکا، پورے سیکرٹریٹ میں ہلچل مچی ہوئی ہے! چیف منسٹر بھی اضطراب محسوس کرتے ہیں''

ماسٹر جی نے فرمایا ''آپ ہمارے کردار و عمل سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم جنوری ۴۷ء سے مروجہ سیاست سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ مسلم لیگ کو اب احرار سے کوئی خطرہ نہیں نہ ہمارے کوئی سیاسی عزائم ہیں۔ رہا مرزائیوں کا معاملہ تو ہم ان کو محب وطن نہیں سمجھتے۔ مرزائی اسلام کے باغی ہیں، ان کی مخالفت صرف ہمارا ہی نہیں ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ اس پر بھی مطمئن نہیں تو پھر ایسا کیجیے کہ قرآن پاک منگوائیے، آپ مسلمان ہیں، ماشاء اللہ نمازی بھی ہیں، قرآن پاک آپ کے یہاں یقیناً موجود ہوگا۔ میں بھی اس پر ہاتھ رکھتا ہوں آپ بھی رکھیں اور حلف اٹھاتے ہیں پاکستان کی وفاداری پر!''

نشتر فوراً گویا ہوئے ''نہیں نہیں ماسٹر جی، مجھے آپ کی بات پر کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ کوئی لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے'' ماسٹر جی نے کہا ''آپ مطمئن رہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا'' اور ماسٹر جی واپس آ گئے!

دراصل مسلم لیگی حکومت اپنی بداعمالیوں اور لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے پبلک میں اپنا اعتماد کھو چکی تھی۔ اسے ہر طرف خطرہ نظر آ رہا تھا۔ حکومت پاکستان امریکا کی وجہ سے مرزائیوں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وزیر خارجہ سر ظفر اللہ (قادیانی) نے خارجہ پالیسی کو بازیچہ اطفال بنا رکھا تھا۔ کشمیر کا معاملہ ڈانواں ڈول تھا، مرزائی اپنی سازشوں اور مکارانہ پالیسی کے تحت پاکستان کو اندرونی طور پر کمزور کرنے کے لیے کلیدی آسامیوں پر قابض ہوتے جا رہے تھے اور امریکا ان کی حمایت کر رہا تھا۔ سر ظفر اللہ نے مسلم لیگی بزرگوں کو یہ یقین دلا رکھا تھا کہ امریکا ہی کی وجہ سے ہم بچے ہوئے ہیں ورنہ انڈیا

ہمیں روس کے ساتھ مل کر ہڑپ کر جاتا۔

لیکن ہوا کیا رہا تھا؟ اقوام متحدہ کی جنرل کونسل میں جب بھی مسئلہ کشمیر پیش ہوتا روس ویٹو کر دیتا اور پاکستان منہ دیکھتا رہ جاتا اور امریکا، بھارت یا روس سے کوئی نہ کوئی اپنا مفاد حاصل کر کے چشم پوشی کر لیتا یا پاکستان کو مزید قرضہ دے کر یا محض قرضہ دینے کی یقین دہانی کرا کر خاموش رہنے کی تلقین کرتا۔ ایسے میں اگر پبلک میں کوئی شور وغوغا ہو تو حکومت کیسے متحمل ہوسکتی ہے۔ نیز حکومت کو یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ احرار چونکہ مسلم لیگ کے حلیف ہیں لیکن کوئی بھی طالع آزما گروہ اس ایشو پر طبع آزمائی کرسکتا ہے۔ بدیں وجہ نہ تو حکومت مرزائیوں کو ناراض کرسکتی تھی کہ امریکہ بہادر ناراض ہوتا تھا، ظفر اللہ نے یہی ہوا دکھا کر حکومت کو دباؤ میں رکھا ہوا تھا، اور نہ ہی احرار کے خلاف کوئی بڑا اقدام حکومت کے وارے میں تھا۔

۲۶ رمئی کو صبح دس بجے جلوس ترتیب دیا گیا، قیادت کے فرائض فرزند امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے انجام دیے۔

جلوس دہلی دروازے سے شہر میں داخل ہوا اور چوک وزیر خان سے ہوتا ہوا شاہ عالم مارکیٹ سے گزر کر سرکلر روڈ پر آ گیا۔ جلوس اس طریقہ پر ترتیب دیا گیا کہ سب سے آگے سیالکوٹ کا بینڈ اور جیش حافظ محمد صادق کی قیادت میں اور اس کے بعد دوسرے اضلاع کے جیش، اس کے بعد گوجرانوالہ کا بینڈ اور جیش، پھر فیصل آباد (لائل پور) کا بینڈ اور جیش، پھر دوسرے اضلاع کے جیش، پھر لاہور کا بینڈ اور دوسرے اضلاع کے سرخپوش عجیب بہار دکھا رہے تھے۔ ہر جیش کے سالار نے مجلس احرار اسلام کا پرچم تھام رکھا تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سرخ رنگ کے کپڑے پر سفید لکھائی میں حسب ذیل مطالبات اور نعرے درج تھے۔

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، حکومت الٰہیہ کا قیام ہمارا مشن ہے، مجلس احرار اسلام زندہ باد، مرزائی پاکستان کے دشمن ہیں، تاج وتختِ ختم نبوت زندہ باد، پاکستان پائندہ باد۔

یہ ماٹو دو دو رضاکار اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔ جگہ جگہ جلوس پر گل پاشی ہورہی تھی۔ ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگی ہوئی تھیں۔ جلوس میں شامل گوالمنڈی لاہور کے خورشید الاسلام ہائی سکول کے طلبا کا بینڈ اور پی ٹی کے کرتب کی ایسی شان تھی، اتنا پروقار اور نظم وضبط کا پابند جلوس چشمِ لاہور نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو۔ جلوس کا پہلا جیش شاہ عالم مارکیٹ سے گزر کر سرکلر روڈ پر آ گیا تھا لیکن ہنوز دہلی گیٹ میں آخری جیش ترتیب پا رہا تھا۔ سرکلر روڈ سے جلوس نے ٹرن لیا اور انارکلی بازار سے ہوتا ہوا عجائب گھر کے سامنے مزنگ اور میانی صاحب کے قبرستان میں مفکر احرار چوہدری افضل حق کے مزار پر حاضری اور فاتحہ خوانی نیز سلامی کے بعد شملہ پہاڑی سے گزر کر واپس دہلی گیٹ احرار پارک آ کر اختتام پذیر ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد رضاکار اپنے اپنے خیموں میں آرام کرنے لگے۔

نماز عشاء کے بعد کانفرنس کا اجلاس تھا جس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا خطاب شامل تھا۔ صدارت حضرت مولانا احمد علی لاہوری کر رہے تھے۔ حضرت لاہوری خطبہ صدارت لکھ کر لائے تھے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ مرزا غلام نبی جانباز، سید امین گیلانی، سائیں محمد حیات پسروری اور ابراہیم خادم کی کڑکتی پھڑکتی نظموں کے بعد حضرت لاہوری نے خطبہ پڑھنا شروع کیا جو بہت طویل ہوتا گیا۔ لوگ جو امیر شریعت کو سننے کا اشتیاق لے کر آئے تھے، جز بز ہونے لگے۔ گرمی کا موسم تھا، رات کافی ہو چکی تھی۔ حضرت مولانا احمد علی نے جب حضرت امیر شریعت اور مجلس احرار اسلام کے کارنامے خاص طور پر احرار رضاکاروں کے لیے تعریفی کلمات بیان فرمائے تو ایک سے برداشت نہ ہوسکا، اس نے حضرت مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا ”حضرت! یہ جو آج لاہور میں احرار رضاکار بینڈ باجے بجاتے رہے ہیں کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟“ حضرت نے جواب میں فرمایا ”احرار رضاکاروں کا یہ فعل محض نمود ونمائش نہیں بلکہ دشمنان اسلام پر رعب ڈالنا اور قوت احرار کا اظہار تھا“ اور پھر بڑی گھمبیر آواز میں فرمایا ”ارے تم ان رضاکاروں کو کیا سمجھتے ہو، یہ اسلام کے سپاہی ہیں“ اور پھر ایک خاص جذبہ کے تحت فرمایا ’ارے میں تو ان لوگوں کو حضرت بخاری کے جلو میں ایسے ہی بینڈ باجوں کے ساتھ جنت الفردوس میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، تم ان کے مقام ومرتبہ کو کیا جانو؟ کاش پوری قوم کے نوجوان اسی جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر میدان عمل میں نکل آئیں۔“ یہ تھا حضرت مولانا احمد علی (جو اپنے وقت کے کامل ولی تھے) کا احرار رضاکاروں کو خراج تحسین۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کو علیین میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ (آمین)

بہرحال حضرت لاہوری نے خطبہ صدارت ختم کیا۔

حضرت امیر شریعت بے شمار نعروں کی گونج میں مائیک پر تشریف لائے۔ ابھی خطبہ شروع نہیں کیا تھا کہ ایک آدمی نے سٹیج کے قریب الفضل اخبار (مرزائیوں کا بھونپو) کا ایک پرچہ دیا جس میں مرزا بشیر الدین کا ایک بیان چھپا تھا۔ شاہ جی پڑھ کر رکھ دیا اور ایک لمبا ٹھنڈا سانس لیا۔ پھر عربی میں خطبہ شروع کیا۔ عام لوگ عربی تو نہیں سمجھتے ہیں، ہم فیصل آباد کے ساتھی سٹیج کے قریب ہی ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ سوچ رہے تھے کچھ اونگھ رہے تھے اور ہوا بھی چل رہی تھی۔ اتنے میں مولوی تاج محمود مرحوم لائل پوری پنجابی میں کہنے لگے ”او منڈیو... ہوش نال بیٹھو! اج

شاہ جی دی تقریر عام تقریراں نالوں مختلف ہووے گی، عربی خطبے والا انداز ایہو سدا اے‘‘ (اے نوجوانو! ہوش سے بیٹھو آج شاہ جی کی تقریر عام تقریروں سے ہٹ کر ہوگی، عربی خطبے کا انداز یہی بتا رہا ہے) منھ پر پانی کے چھینٹے مارلو تا کہ سونہ جاؤ۔ چناں چہ ہم سے رضاروں نے ایسا ہی کیا اور ہوشیار ہو کر بیٹھ گئے!

شاہ جی فرما رہے تھے ’’آیا تھا یوم تشکر منانے لیکن اب اسے یوم تفکر کا نام دیتا ہوں، یہ جو میں نے ابھی آپ کے سامنے الفضل اخبار میں مرزا بشیر الدین کا بیان پڑھا ہے یہ دعوت فکر دیتا ہے۔ ایسے ہی بیانات اور رویا اس سے پہلے بھی شائع ہوتے رہے ہیں اور ان کے نتائج بھی سامنے آتے رہے ہیں۔ آج پھر یہ بیان کسی کے لیے انتباہ ہے! ملاؤں کڑیاں؟ ایسے ہی بیان قادیان میں جب بھی دیے جاتے کوئی نہ کوئی قتل ضرور ہوتا۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ پر قاتلانہ حملہ! اور محمد حسین بٹالوی کا قتل نیز محمد امین مرزائی کا قتل اور دیگر کئی تشدد آمیز واقعات جن کا ذکر جی ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ میں موجود ہے، ایسے ہی بیانات کا شاخسانہ تھے۔‘‘

شاہ جی نے اور بھی کئی حوالے دیے اور پھر اچانک کھڑے ہوگئے۔ بڑے جوش سے فرمایا! لیاقت علی بچو! اس تحریری بیان سے مجھے تمہارے قتل کی بُو آرہی ہے‘‘ یہ فقرے مجمع پر بجلی بن کر گرے۔ سارا مجمع کھڑا ہوگیا۔ اکابر احرار سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے، ساکت و جامد مجسم سوال بنے ہوئے تھے۔ آخر شیخ حسام الدین گویا ہوئے ’’شاہ جی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، وہ ملک کا پرائم منسٹر ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی گڑ بڑ ہوئی تو ہم کیا جواب دیں گے......؟‘‘

شاہ جی نے فرمایا ’’جواب!! کس بات کا؟ یہ سازش تو ہو چکی‘‘

لوگ بھی شور مچا رہے تھے۔ ’’شاہ جی کھل کر بات کریں۔‘‘

اتنے میں ہلکی سی بوندا باندی ہونے لگی۔ شاہ جی نے فرمایا: ’’بابو لوگو! میں کیا کروں میری آنکھیں جو دیکھ رہی ہیں وہ تم نہیں دیکھ سکتے۔ پھر کہتے ہو یہ بوڑھا جو کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، ہاں ہاں میں دیکھ رہا ہوں خدا کی قسم! یہ آئے ہوئے بادل ٹل سکتے ہیں، بارش رک سکتی ہے لیکن بخاری کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ جب شاہ جی یہ بات کر رہے تھے تو ان کی دائیں ہاتھ کی انگلی آسمان کی طرف تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ یہ بات کہتے ہوئے جب انگلی نیچے آئی تو بارش رک چکی تھی۔ تمام مجمع ساکت و جامد، حیران و پریشان، ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی کیفیت میں تھا۔

شاہ جی پھر گویا ہوئے ’’لیاقت علی! اگر بچنا چاہتے ہو تو (ماسٹر جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس بڈھے سے بات کرو۔‘‘

ہماری ہی کیا سارے پنڈال نہیں پورے لاہور کی نیند اُڑ چکی تھی۔ گورنمنٹ ہاؤس میں الارم بج اٹھے۔ یہ واقعہ آج بھی میرے دماغ کی لوح پر من وعن نقش ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں لوگ اضطراری کیفیت میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ملک کے وزیراعظم کے قتل کی سازش کا اعلان جلسہ عام میں ہو رہا ہے۔ ان کو کیسے علم ہوا؟ کیا یہ خود ملوث ہیں؟ اگر نہیں تو ان کو کیسے علم ہوگیا؟ اگر خود شریک ہیں تو اپنی ہی خفیہ بات مجمع عام میں کیسے کر سکتے ہیں؟ انہونی بات بخاری نے کہہ دی ہے۔ یہ سوال ہمارے گرد و پیش بھی ہو رہا تھا۔ میرے ساتھی بھی کہہ رہے تھے اب کیا ہوگا......؟ میرے منہ سے بے ساختہ نکلا:

’’قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید‘‘

یہ پکی بات لکھ لو، لیاقت علی خان گئے۔ اگر شاہ جی کی بات پر توجہ نہ دی گئی تو یہ انہونی ہو کر رہے گی۔ شاہ جی نے اور کیا کیا کہا، کسی کو سننے کا ہوش کہاں تھا۔ جلسہ برخاست ہوا تو شاہ جی دفتر احرار میں تشریف لے گئے اور چائے طلب کی۔ دوست احباب ہمہ تن سوال بنے بیٹھے تھے۔ چائے آ گئی۔ شاہ جی چائے پینے لگے۔ کسی میں ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ شاہ جی سے مزید کوئی سوال کرتا۔ اتنے میں ہوم سیکرٹری، آئی جی، ڈی آئی جی اور دیگر کئی افسران کی کاریں آ کھڑی ہوئیں اور شاہ جی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ تمام حضرات کو اوپر دفتر میں بلا لیا گیا۔ علیک سلیک کے بعد شاہ جی نے فرمایا ’’بابو لوگو! ہم فقیروں کا ڈیرہ تو ایسے ہی ہے۔ کرسیاں اور صوفے تو ہمارے پاس نہیں تشریف رکھیں۔‘‘ چائے پیش کرنا چاہی تو انہوں نے بصد ادب معذرت کر لی اور گرد و پیش پر نظر ڈالی یعنی تخلیہ چاہا۔

شاہ جی نے احباب کو دوسرے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو سب ساتھ اٹھ گئے۔ صرف ماسٹر تاج الدین انصاری اور شیخ حسام الدین کو شاہ جی نے روک لیا۔ باقی تمام ساتھی ملحقہ کمرہ میں ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گئے۔ بات شروع ہوئی۔

آنے والے اصحاب میں سے کسی نے کہا: ’’شاہ جی! آپ نے وزیراعظم کے قتل کی پیش گوئی کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کے ذرائع کیا ہیں اور آپ کو اس کا علم کیسے ہوا......؟‘‘

شاہ جی نے فرمایا: ’’میں نے انتباہ کر دیا ہے سازش کو ڈھونڈنا آپ کا کام ہے۔ میں نے مرزا بشیر الدین کی تقریر سے اخذ کیا ہے، اللہ کرے میری بات جھوٹ ہو، لیکن میرا وجدان کہتا ہے کہ سازش ہو چکی ہے۔‘‘

شاہ جی نے زمین سے چائے والا کپ اوپر اٹھایا اور فرمایا: ’’اگر میں یہاں سے چھوڑ دوں تو نتیجہ کیا ہوگا......؟‘‘

کسی نے کہا ’’یہ گرنے سے ٹوٹ جائے گا۔‘‘

فرمایا: ’’بس معاملہ ایسے ہی اٹکا ہوا ہے۔ میں نے

برسرِ عام کہا ہے اب بھی کہتا ہوں کہ مرزائیوں کی ایک تکنیک ہے اور وہ اسی کے تحت کام کرتے ہیں، سازش مجنوں پہلے ترتیب دیتے ہیں، جب مکمل کر لیتے ہیں تو پھر کسی نہ کسی بہانے یا اپنے کسی ایجنٹ کو مطلع کرنے کے لیے اشارہ دیتے ہیں میں نے اس بیان سے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے، اسی لائن پر تحقیق کریں۔" ایسی ہی دو چار باتیں کر کے وہ چلے گئے۔

شاید وہ اسے مجذوب کی باتیں سمجھتے رہے لیکن محرم حال تو حقیقت پا گئے اور پھر ۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۱ء کو راولپنڈی میں وہ ناشدنی واقعہ کا حصہ ظہور پذیر ہوا۔ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو بھرے جلسہ عام میں تمام سیکورٹیز کے باوجود گولی کا نشانہ بنا دیا گیا اور سازش کے ثبوت خود پولیس کے ہاتھوں گم کرا دیے گئے، تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوئے لیکن آج تک کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

تاریخ اپنے اوراق پلٹتی ہے، کئی سال بعد دہلی دروازہ کا احرار پارک ہے اور ایک جلسہ عام ہے، شاہ جی پھر بانگِ دہل کہتے ہیں "میں نے اسی پارک میں لیاقت علی خان کے قتل کے بارے میں انتباہ کیا تھا لیکن حکومت نے میری بات کو مجذوب کی بڑ جانتے ہوئے درخورِ اعتناء نہ سمجھا اور لیاقت علی قتل ہو گئے اور پھر تم شہید ملت کے قتل کی تحقیقاتی رپورٹ کی حفاظت نہ کر سکے۔ آج پھر کہتا ہوں تحقیق میں نے بھی کی ہے، قاتل میرے سامنے ہے، کہو تو بتا دوں......؟" لوگوں نے شور مچا دیا "شاہ جی بتائیں، بتائیں......" پھر فرمایا "ایسے ہی بتا دوں، جاؤ حکومت سے کہو ہائی کورٹ کے ججوں پر مشتمل ایک کمیشن قائم کیا جائے جو بااختیار ہو اس کمیشن کے سامنے قاتل کو کھڑا کروں گا، اگر غلط ہو تو مجھے پھانسی دے دی جائے، پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں بھرے جلسہ عام میں کہہ رہا ہوں، ہم منافق نہیں ہیں جو کچھ دل میں ہے، وہی زبان پر ہے، مرزائیت کے معاملہ میں بھی سچ جھوٹ پرکھنا چاہتے ہیں تو پرکھ لو، فتح ہمیشہ سچ کی ہوتی ہے، جاؤ مرزا بشیر الدین کو لے آؤ، اس کے دائیں ہاتھ کو اور میرے بائیں ہاتھ کو ہتھکڑی لگا دو۔ پھر دونوں کو جیل بھیج دو، صرف ایک ہفتہ کے لیے کھانے کو کچھ نہ دو، پینے کے لیے پانی رکھ دو، ایک ہفتہ کے بعد جو زندہ نکل آئے وہ سچا۔ بے شک وہ اپنے ابا کی سنت میں پلومر تا نک وائن پی کر آئے، میں اپنے نانا کی سنت میں ستو پی کر آؤں گا، تم اور کچھ نہیں کر سکتے تو یہ کر کے دیکھ لو، سچ جھوٹ سامنے آ جائے گا......!"

(بشکریہ روزنامہ اسلام کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانیؒ کی رحلت

۲۴؍صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۵؍نومبر ۲۰۱۶ء حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ کے شاگرد رشید، جامعہ نصرۃ العلوم کے فاضل اور استاذ حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ گورمانیؒ طویل علالت کے بعد داغِ مفارقت دے کر راہیِ آخرت ہو گئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہ بأجل مسمّی۔

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانیؒ کا تعلق تونسہ شریف کے قریب لتری جنوبی سے تھا، لیکن ان کی زندگی کا بیشتر حصہ گوجرانوالہ میں گزرا۔ وہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے ابتدائی فضلاء میں سے تھے، جب نصرۃ العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ تھے۔ بخاری شریف انہوں نے حضرت قاضی صاحبؒ سے پڑھی، جبکہ دورۂ حدیث کے دیگر اسباق حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ اور حضرت مولانا عبدالقیوم ہزارویؒ سے پڑھے۔ حضرات شیخینؒ اور مدرسہ نصرۃ العلوم کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے تھے اور ایک عرصہ تک نصرۃ العلوم کے دارالافتاء کے سربراہ رہے۔ ان کا شمار ملک کے معروف مفتیان کرام میں ہوتا تھا اور حضرت مولانا عبدالواحدؒ کی وفات کے بعد گوجرانوالہ کے علماء کرام اور اہل دین کا فتویٰ کے بارے میں عام طور پر رجوع انہی کی طرف رہتا تھا۔ ۱۹۷۵ء میں جب جمعیۃ علمائے اسلام کے تحت لوگوں کے تنازعات شریعت کے مطابق نمٹانے کے لیے پرائیویٹ سطح پر شرعی عدالتوں کے قیام کا اعلان کیا گیا تو وہ ضلع گوجرانوالہ کے نائب قاضی مقرر کیے گئے، جبکہ ضلعی قاضی مولانا قاضی حمید اللہ خانؒ تھے۔ کتاب اور تحقیق سے گہرا تعلق تھا۔ جمعہ سے قبل گیارہ بجے جامعہ فتاح العلوم کے قریب کھلے میدان میں ان کی نماز جنازہ مولانا عبدالقدوس قارن حفظہ اللہ تعالیٰ کی امامت کی ادا کی گئی، جس میں حضرت مولانا فضل الرحمن درخواستی، حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ اور حضرت مولانا محب النبی کے علاوہ شہر کے علماء کرام اور دینی کارکنوں کی بڑی تعداد نے جنازہ میں شرکت کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، امت مسلمہ کو ان کا بدل عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور قارئین سے حضرت مفتی صاحب کے ایصالِ ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

(نوٹ: یہ معلومات حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ کے مضمون سے ماخوذ ہیں)

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

مرزا قادیانی کا تعارف وکردار

(۱۷)

حافظ عبیداللہ

اپنے اہل وعیال کو ان شرائط سے خارج کرنا:

جب مرزا قادیانی بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی یہ شرائط لکھ چکا تو اسے خیال آیا کہ کہیں میرے بعد میری اولاد اور خاندان سے بھی چندہ نہ طلب کیا جائے تو اس نے اس رسالہ الوصیت کا ایک ضمیمہ لکھا جس میں مزید ۲۰ امور کا اضافہ کیا جن میں سے بعض بڑے مضحکہ خیز ہیں، انہی میں سب سے آخر میں لکھا:

”میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔“ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن: ۲۰ص: ۳۲۷)

یعنی مرزا کے اہل وعیال اور اس کی نسل میں سے چاہے کوئی متقی نہ ہو، محرمات سے پرہیز کرنے والا نہ ہو وہ بھی اس قبرستان میں دفن ہونے کا مجاز ہوگا، نیز اس کے اہل وعیال میں سے کسی سے بھی چندہ بھی نہیں لیا جائے گا اور نہ اسے اپنے ترکہ کا دس فیصد دینا ضروری ہے، نیز اگر کوئی بھی اس کاروبار کے خلاف آواز بلند کرے گا تو اسے پہلے ہی منافق کہہ دیا گیا۔

جو چندہ اور دسواں حصہ آچکا وہ واپس نہ ہوگا چاہے بہشتی مقبرہ میں دفن نہ ہو:

”اگر خدانخواستہ کوئی ایسا شخص جو رسالہ الوصیۃ کی رُو سے وصیت کرتا ہے مجذوم ہو (یعنی اسے کوڑھ کا مرض ہو۔ ناقل) جس کی جسمانی حالت اس لائق نہ ہو جو وہ اس قبرستان میں لایا جائے تو ایسا شخص حسب مصالح ظاہری مناسب نہیں ہے کہ اس قبرستان میں لایا جائے (کیونکہ مردوں کو بھی کوڑھ ہونے کا خطرہ ہے۔ ناقل) لیکن اگر اپنی وصیت پر قائم ہوگا (یعنی اپنی جائداد کے دسویں حصے کے واپسی کا مطالبہ نہیں کرتا۔ ناقل) تو اس کو وہی درجہ ملے گا جیسا کہ دفن ہونے والے کو۔“ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن: ۲۰ص: ۳۲۶)

”اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائداد کی وصیت کریں اور اتفاقاً ان کی موت ایسی ہو کہ مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر ان کا انتقال ہو یا کسی اور ملک میں وفات پاویں جہاں سے میت کو لانا متعذر ہو (جیسے پاکستان وغیرہ۔ ناقل) تو ان کی وصیت قائم رہے گی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا کہ گویا وہ اسی قبرستان میں دفن ہوئے ہیں اور جائز ہوگا کہ ان کی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے۔“ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن: ۲۰، صفحات: ۳۲۵،۳۲۴)

طاعون سے مرنے والے کا بہشتی مقبرہ میں دوسال تک داخلہ بند:

”اگر کوئی صاحب خدانخواستہ طاعون کی مرض سے فوت ہوں جنہوں نے رسالہ الوصیت کے تمام شرائط پورے کر دیے ہوں ان کی نسبت یہ ضروری حکم ہے کہ وہ دو برس تک صندوق میں رکھ کر کسی علیحدہ مکان میں امانت کے طور پر دفن کیے جائیں اور دو برس کے بعد ایسے موسم میں لائے جائیں کہ اس فوت ہونے کے مقام اور قادیان میں طاعون نہ ہو۔“ (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن: ۲۰ص: ۳۲۳)

یہ الگ بات ہے کہ مرزا کے بقول اسے اس کے خدا نے یہ بتایا تھا کہ اس کا کوئی مرید طاعون سے نہ مرے گا اور نیز قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا (یہ کہانی پھر سہی)۔

چندے جو ہر قادیانی سے وصول کیے جاتے ہیں:

ہمارے ایک دوست کے واسطے سے ایک بار لاہور کی قادیانی جماعت کے افراد کے نام، ان کی آمدنی اور چندوں پر مشتمل ایک فائل دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس میں قادیانی نوجوانوں (جنہیں خدام الاحمدیہ کہا جاتا ہے) سے جو چندے وصول کیے جاتے ہیں ان کا ہر ایک قادیانی کی آمدنی کے لحاظ سے ذکر تھا، ان چندوں میں سے کچھ یہ ہیں، مجلس چندہ، اجتماع چندہ، طاہر ہسپتال چندہ، اشاعت چندہ، تشحیذ الاذہان چندہ، انٹرنیٹ چندہ، فٹ بال چندہ، اشتہارات چندہ۔ واضح رہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کا سالانہ اجتماع یا جلسہ پچھلی کئی دہائیوں سے نہیں ہوا لیکن اس کے نام سے چندہ باقاعدگی سے لیا جاتا ہے۔

قادیانیوں کی مختلف اقسام اور ان کے نام:

دوستو! آپ نے قادیانی چندوں کی کچھ اقسام ملاحظہ فرمائیں، آیئے آپ کو مرزا قادیانی کی زبانی اس کے مریدوں کی مختلف اقسام کا تعارف بھی کروا دیتے ہیں:

”ہمارے مریدوں کے بھی کئی قسم کے

طبقے ہیں۔ایک طاعونی ہیں جو طاعون سے ڈر کر اس سے بچنے کی نیت سے اب آرہے ہیں ۔ دوسرے قمری اور شمسی ہیں جو کہ قمر اور شمس کا گرہن دیکھ کر داخل بیعت ہوئے ۔ کچھ خوابی ہیں کہ بذریعہ خواب ان کی راہنمائی کی گئی۔ بعض عقلی ہیں انہوں نے عقل سے کام لے کر بیعت کی۔ بعض نقلی ہیں کہ حدیث آثار وغیرہ دیگر امور کو پورے ہوتا دیکھ کر ایمان لائے اور ابھی شاید اور بھی چند قسمیں ہوں۔" (ملفوظات، ج:سوم صفحات ۲۶۷،۲۶۸ اور الحکم قادیان،۳۰ راپریل ۱۹۰۳ء ص:۸)

مرزا قادیانی کے دعوے اور تدریجی دعوائے نبوت:

اللہ کے تمام نبیوں نے نبوت یا رسالت کا ایک ہی دعویٰ کیا ہے، قرآن کریم میں جتنے بھی انبیاء کا ذکر ہے ان میں سے کسی نبی کے بارے میں یوں نہیں ملتا کہ اسے تدریجاً نبوت ملی ہو کہ پہلے اس نے مجدد اور ملہم ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور اپنے مدعی نبوت ہونے کا انکار کیا ہو، پھر امام زمان اور محدّث ہونے کا دعویٰ کیا ہو، پھر ترقی کرتے کرتے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہو، اور نہ ہی اللہ کا کوئی نبی ظلی بروزی ناقص نبی ہوا ہے، مگر مرزا قادیانی نے دعوائے نبوت کئی دعووں سے گذرنے کے بعد کیا، ابتداء میں وہ صرف الہام کا مدعی تھا، پھر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، بعد ازاں مثیل مسیح بنا، مسیح بن مریم بنا، مہدی اور امام زماں ہونے کا دعویٰ کیا اور چلتے چلتے نبوت کے دعوے تک پہنچا اور کئی بار اسے اپنے پچھلے عقائد اور مسلک کو ترک کرنا پڑا، دراصل مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ ہے کہ اسے تدریجی طور پر نبوت ملی ہے اس کے جھوٹے ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ انبیاء کبھی تدریجاً نبی نہ بنے کہ انہیں نبوت ملتے ملتے کئی سال لگے ہوں، نبوت تدریجی مراحل سے گذرنے کا نام نہیں، نبوت یکدم عطا ہوتی ہے، مرزا قادیانی کے چند اہم دعوے یہ ہیں:

مجدد اور ملہم ہونے کا دعویٰ (۱۸۸۰ء):

جیسا کہ بیان ہوا، مرزا قادیانی نے ۱۸۸۰ء بمطابق ۱۲۹۷ ہجری میں اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ شائع کی، اس نے دعویٰ کیا کہ یہ کتاب اس نے اللہ کی طرف سے مجدد اور ملہم و مامور ہو کر لکھی ہے، چنانچہ لکھا:

"کتاب براہین احمدیہ جس کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے مؤلف نے ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے۔"

(برکات الدعا، روحانی خزائن:۶، ص:۳۸)

ایک اور جگہ اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ یوں کیا:

"اور پھر جب تیرہویں صدی کا اخیر ہوا اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔"

(کتاب البریہ، روحانی خزائن:۱۳، ص:۲۰۱، حاشیہ)

احمد اور نذیر ہونے کا دعویٰ (۱۸۸۲ء):

مرزا قادیانی کے مطابق اس کے خدا نے اسے ۱۸۸۲ء میں ایک طویل الہام عربی زبان میں کیا اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

"یا احمد! بارک اللّٰہ فیک مارمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمی. الرحمن علم القرآن. لتنذر قوماً ما انذر آباءھم ... اے احمد! خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے، جو کچھ تو نے چلایا یہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا تا کہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔" (تذکرہ، مجموعہ کشوف والہامات مرزا قادیانی ص:۳۵، چوتھا ایڈیشن)

آدم، مریم اور احمد ہونے کا دعویٰ (۱۸۸۳ء)

مرزا قادیانی کے بقول اس کے خدا نے ۱۸۸۳ء میں اسے یوں مخاطب کیا:

"یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق۔"...."اے آدم، اے مریم، اے احمد اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ، میں نے اپنی طرف سے سچائی کی روح تجھ میں پھونک دی ہے۔" (تذکرہ، مجموعہ کشوف والہامات مرزا قادیانی۔ صفحہ ۵۵، چوتھا ایڈیشن)

نہ جانے ان عربی الفاظ میں "جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اور "جنت" کا ترجمہ "نجات کے حقیقی وسائل" کس لغت میں ہے؟

مرزا قادیانی کے ایک مرید تھے جن کا نام تھا میر عباس علی شاہ، یہ صاحب بعد میں مرزا کو چھوڑ کر واپس اسلام کی طرف آگئے تھے اور مرزا قادیانی نے انہیں مرتد کا خطاب دے دیا تھا (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن:۲۲، صفحہ ۳۰۷، نیز دیکھیں مجموعہ اشتہارات، جلد ۱، اشتہار نمبر ۲۷، صفحہ ۲۹۳ ما بعد)، جب یہ مرزا قادیانی کے مرید تھے تو ان کی اپنے گرو یعنی مرزا قادیانی کے ساتھ خط وکتابت چلتی تھی، یہ خطوط آج بھی مرزا قادیانی کے مجموعہ مکتوبات میں شائع شدہ ہیں، مرزا قادیانی اپنے اوپر ہونے والے عجیب وغریب الہامات کا مطلب بھی انہی میر عباس علی شاہ صاحب سے پوچھا کرتا تھا جیسا کہ آگے بیان ہوگا، اوپر مرزا کا جو الہام نقل کیا گیا اپنے اس الہام کی تشریح مرزا قادیانی نے میر عباس علی شاہ کو لکھے گئے ایک خط میں یوں کی:

"......مریم سے مریم ام عیسیٰ مراد نہیں اور نہ آدم سے آدم ابوالبشر مراد ہے اور نہ احمد سے اس جگہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مراد

ہیں اور ایسا ہی ان الہامات کے تمام مقامات میں کہ جو موسیٰ و عیسیٰ اور داؤد وغیرہ نام بیان کئے گئے ہیں ان ناموں سے بھی وہ انبیاء مراد نہیں ہیں بلکہ ہر ایک جگہ یہی عاجز مراد ہے......“

(مکتوبات احمد، جلد اول، صفحہ ۵۹۹، مکتوب نمبر ۲۲، بنام میر عباس علی شاہ صاحب)

نوٹ: مرزا قادیانی نے اپنے اس الہام کی تشریح یہ بھی کی تھی کہ اس کے نکاح میں تین عورتیں آئیں گی، لیکن اس کی موت تک اس کا نکاح کسی تیسری عورت کے ساتھ نہ ہوا، اس کی مزید تفصیل مرزا قادیانی اور محمدی بیگم کی کہانی کے عنوان سے آگے بیان ہوگی۔

مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ (۱۸۹۱ء)

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں لکھا:

”اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے۔“

(تذکرہ، صفحہ ۱۴۸، چوتھا ایڈیشن)

مرزا کے بقول اسے اسی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں اس کے خدا نے بتایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور اسے مرزا ان کی جگہ تو آیا ہے، چنانچہ اس نے اپنے خدا کا ایک الہام یوں لکھا:

”مسیح بن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے......“

(تذکرہ، صفحہ ۱۴۸، چوتھا ایڈیشن)

مورخہ ۱۱ فروری ۱۸۹۱ء کو مرزا قادیانی نے کسی مولوی عبدالجبار صاحب کے نام اپنا ایک خط شائع کیا، جس میں لکھا:

”یہ بات سچ ہے کہ اللہ جل شانہ کی وحی اور الہام سے میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارے میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے سو میں اسی الہام کی بناء پر اپنے تئیں وہ موعود مثیل سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط فہمی سے مسیح موعود کہتے ہیں، مجھے اس بات سے انکار بھی نہیں کہ میرے سوا کوئی اور مثیل مسیح بھی آنے والا ہو بلکہ ایک آنے والا تو میرے پر بھی ظاہر کیا گیا ہے جو میری ہی ذریت میں سے ہوگا۔“

(مجموعہ اشتہارات، جلد ۱، صفحہ ۲۰۷)

اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں یہ کہا تھا کہ: ”میرے بعد کسی اور مسیح کے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں۔“

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
فیصل
مکمل علاج، مکمل خوراک
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
133 اجزاء کا اکسیر مرکب
☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید
33 اجزاء

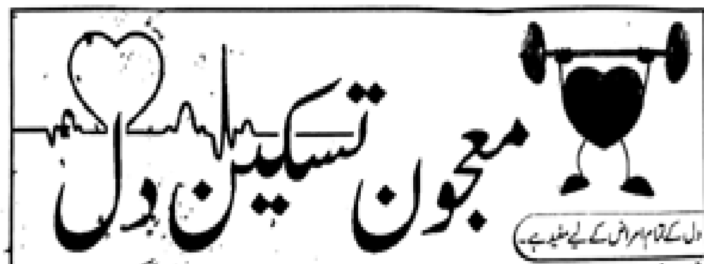

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراونڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

REGD.SS.160

ایک عظیم علمی، ادبی، سوانحی اور تاریخی شاہکار دستاویز

چمنستانِ ختمِ نبوت کے گلہائے رنگا رنگ

ایسے ۹۴۴ نفوسِ قدسیہ کا تذکرہ وسوانح، حالات وحکایات جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے خدمات سرانجام دیں۔

ترتیب

شاہینِ ختمِ نبوت

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

تین جلدوں کا مکمل سیٹ
قیمت صرف 500 روپے

عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان پاکستان 061-4783486